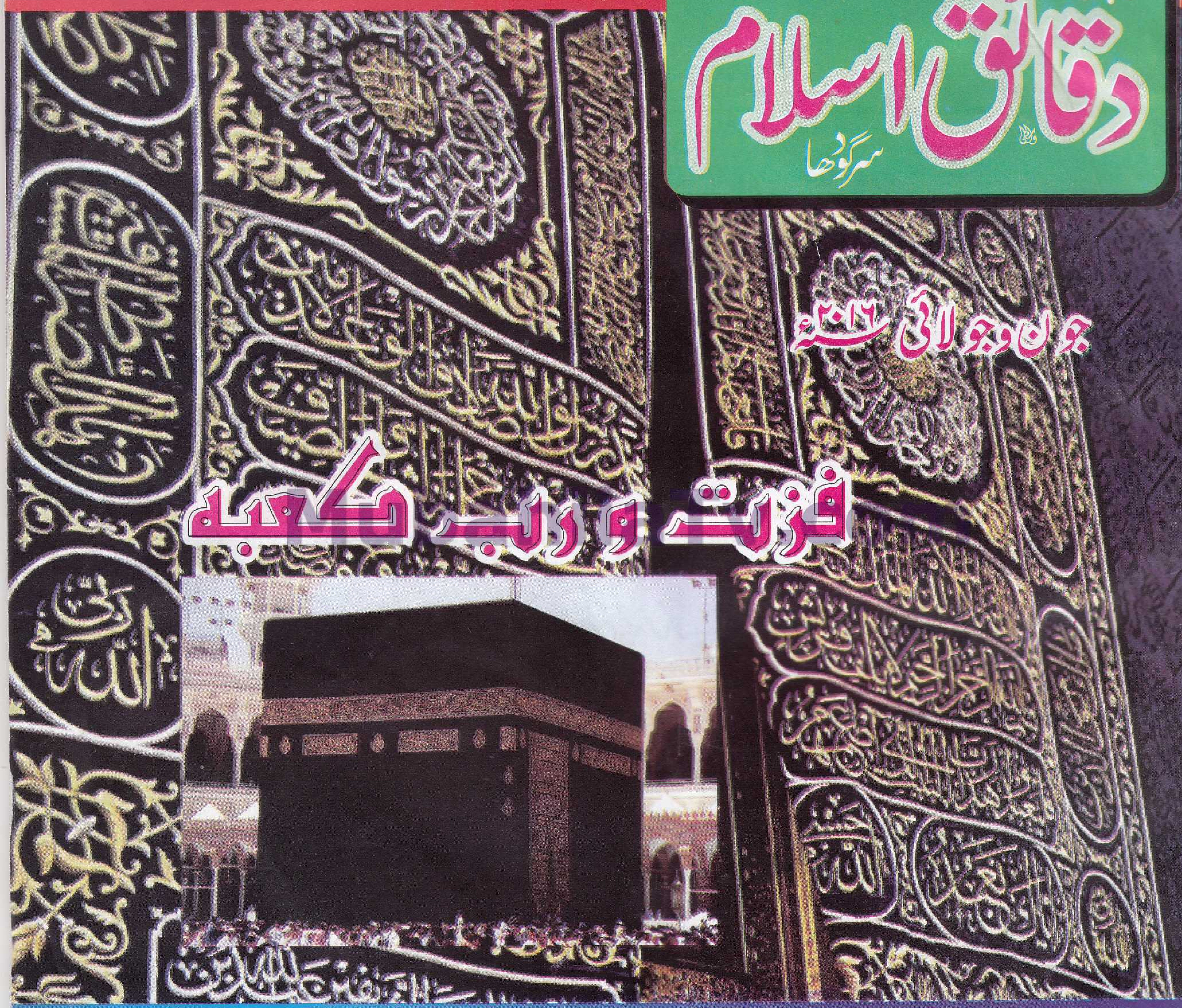
حقیقی تعلیمات اسلامیہ امامیہ کا بے باک ترجمان

ماہنامہ

دقائق اسلام

سرگودھا

جون و جولائی ۲۰۱۶ء



فرزتے و رلب کعبہ

زیر انتظام جامعہ علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ

زاھد کالونی عقب جوہر کالونی سرگودھا

فون: 048-3021536

Website: www.sibtain.com Emails: smi51214@gmail.com Sultanulmadarisislamia@gm

خصوصی تعلیماتِ اسلامیہ امامیہ کا بے باک ترجمان

ماہنامہ

دقائقِ اسلام

سرگودھا

زیر سرپرستی

مرجعِ شیعیانِ جہان مفسرِ قرآن

آیت اللہ علامہ محمد حسین النجفی مدظلہ العالی

مؤسس

جامعہ علمیہ سُلطان المدارس الاسلامیہ

زاھد کالونی عقب جوہر کالونی سرگودھا

جلد ۲۰ جون و جولائی ۲۰۱۶ء شمارہ ۶،۷

فہرست مضامین

مُدیرِ اعلیٰ : ملک مُمتاز حسین اعوان

مُدیر : گلزار حسین محمدی

پبلشر : ملک مُمتاز حسین اعوان

مطبع : انصار پریس بلاک ۱۰

مقامِ اشاعت : جامعہ علمیہ سُلطان المدارس سرگودھا

کمپوزنگ : الخطّاط کمپیوٹرز 0307-6719282

فون : 048-3021536

زرِتعاون 400 روپے

لائف ممبر 5000 روپے

باب العقائد

نبیؐ و امامؑ کے ہر وقت ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کا غلط عقیدہ

تحریر: آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی موسس و پرنسپل جامعہ سلطان المدارس سرگودھا

یہ بات کسی وضاحت کی محتاج نہیں ہے کہ ہر وقت ہر لحظہ اور ہر آن ہر جگہ اور ہر مکان میں علمی و احاطی طور پر حاضر ہونا، اور کائنات ارضی و سماوی کی ہر ہر چیز پر ہر وقت ناظر و نگران ہونا خدائے واحد و یکتا کی وہ صفت ہے جس میں کوئی بھی مخلوق اس کی شریک نہیں ہے۔

لہٰذا یہ جو کہا جاتا ہے کہ نبی و امام ہر وقت ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں۔ یہ نظریہ باطل نہ صرف یہ کہ محالات عقلیہ میں سے ہے بلکہ قرآن و سنت کے بھی خلاف ہے۔

کیونکہ اللہ کے قرآن میں اور معصومینؑ کے کلام اور علماء اعلام کے بیان میں نہ صرف یہ کہ اس کا کوئی نام و نشان تک نہیں ہے، بلکہ اس کی نفی سے دفتر چھلک رہے ہیں۔

ظاہر ہے کہ یہ صفت اس لیے خالقِ دو جہان سے مختص ہے کہ وہ جسم و جسمانیات اور مکان و مکانیات سے منزہ و مبرا ہے اور علمی و احاطی طور پر ہر ہر وقت ہر جگہ حاضر و ناظر ہے۔

وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطًا ○ وَ لَا يَعْزُبُ عَنْ عِلْمِهٖ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَ لَا فِي السَّمَآءِ

کوئی بھی مخلوق خواہ وہ جس قدر جلیل القدر اور عظیم الشان ہو، اس صفت میں اس کی شریک نہیں ہے۔

سُبحان من ھو ھٰکذا و لا ھٰکذا غیرہٗ۔

قرآن میں جا بجا سرکار ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ناظر و نگران اور نگہبان ہونے کی نفی کی گئی ہے۔ کہیں ارشاد ہوتا ہے: "لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ" (یعنی تم ان کے نگران نہیں ہو۔) کہیں: "وَ مَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِحَفِيْظٍ" (تم ان کے محافظ نہیں ہو۔)

تو جب یہ مقام پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاصل نہیں ہے تو اور کسی مخلوق کو کیونکر حاصل ہوسکتا ہے؟ ہاں! یہ ذواتِ مقدسہ جب اور جہاں جانا چاہیں اسم اعظم کی برکت اور خدا کی قدرت سے چشم زدن میں وہاں جا بھی سکتے ہیں اور آ بھی...... اور جس چیز کو دیکھنا اور جاننا چاہیں اسے دیکھ بھی سکتے ہیں اور جان بھی سکتے ہیں۔ مگر یہ "چیزے دیگر است" اسے عند التحقیق حاضر و ناظر کے متنازعہ مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ کما لا یخفی۔

اس موضوع کی تفصیلات جاننے کے شائقین حضرات کو ہماری کتاب "اصول الشریعہ" کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

باب الاعمال

جُوا کھیلنا فعلِ حرام اور گناہِ کبیرہ ہے

تحریر: آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی موسس و پرنسپل جامعہ سلطان المدارس سرگودھا

جُوا کھیلنا فعلِ حرام اور گناہِ کبیرہ ہے اور اس کے ذریعہ سے پیسہ کمانا بالاتفاق حرام ہے۔ ارشادِ قدرت ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۹۰﴾ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِى الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ﴿۹۱﴾ (سورۃ المائدۃ: ۹۰ و ۹۱)

"اے ایمان والو! بے شک شراب اور جوا، بت اور قمار کے تیر نجس ہیں اور شیطانی کام ہیں تم اس سے رُک جاؤ تاکہ فوز و فلاح حاصل کرو شیطان یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کی وجہ سے تمہارے درمیان بغض و عداوت ڈال دے اور تم کو اللہ کی یاد اور نماز سے باز رکھے کیا تم باز آؤ گے؟"۔

الغرض جوئے کے جس قدر آلات و اقسام رائج ہیں ان کے ساتھ بازی باندھ کر جوا کھیلنے اور ان آلات کی خرید و فروخت کرنے کی حرمت اور اس کے گناہ کبیرہ ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے قرآن و حدیث اس کی مذمت سے چھلک رہے ہیں۔ جہاں تک قرآن کا تعلق ہے تو ابھی ایک آیت شریفہ پیش کی جا چکی ہے۔ مزید برآں صرف ایک روایت بحوالہ حدائق اور مستطر فات سرائر ابن ادریس سے اور وہ جامع البزنطی سے بروایت ابوبصیر امام جعفر صادق علیہ سے روایت کرتے ہیں فرمایا:

قال بیع الشطرنج حرام و اکل ثمنہ سحت واتخاذ ھا کفر و اللعب بھا شرک و السلام علی اللہ ھی بھا معصیۃ وکبیرۃ موبقۃ و الخائض فیھا یدہ کالخائض یدہ فی لحم الخنزیر و لا صلوۃ لہ حتی یغسل یدہ کما یغسلھا من لحم الخنزیر و الناظر الیھا کالناظر الی فرج امہ و اللہ ھی بھا و الناظر الیھا فی حال ما یلھی بھا و السلام علی اللہ ھی بھا فی حالتہ تلک فی الاثم سواء ومن جلس علیٰ اللعب بھا فقد مقعدہ من النار و کان عشیہ ذلک حسرۃ علیہ یوم القیامۃ و ایاک و مجالسۃ اللہ ھی و المغرور بلعبھا فانھا من المجالس التی باء اھلھا بسخط من اللہ فیہ تیو قعونہ فی کل ان فیعمک معھم

"شطرنج کا بیچنا حرام، شطرنج کی قیمت کھانا حرام، شطرنج بنانا کفر، شطرنج کھیلنا کفر، شطرنج کھیلنے والے پر سلام کرنا مُہلک گناہ کبیرہ ہے اور شطرنج میں ہاتھ ڈالنے والا ایسا ہے جیسے خنزیر کے گوشت میں ہاتھ ڈالنے والا۔ اس کی اس وقت تک کوئی نماز (قبول) نہیں جب تک اس طرح اپنا ہاتھ نہ دھوئے جس طرح خنزیر کے گوشت کو چھونے والا ہوتا ہے اور شطرنج کی طرف دیکھنے والا ایسا

ہے جیسے اپنی ماں کی شرمگاہ دیکھنے والا، شطرنج کھیلنے والا، دیکھنے والا اور ان پر سلام کرنے والا گناہ میں برابر کے شریک ہیں۔ جو شخص شطرنج کھیلنے بیٹھتا ہے اسے اپنی جگہ جہنم میں مہیا سمجھنی چاہیئے اور اس کی یہ زندگی بروزِ قیامت اس کیلئے باعث حسرت و ندامت ہوگی۔ خبردار شطرنج کھیلنے والوں کے پاس نہ بیٹھنا۔ کیونکہ یہ جگہ ان مجالس و مقامات میں سے ہے جن کے جالس وجلیس اللہ کی ناراضی اور اس کے اس قہر وغضب کے سزاوار ہو چکے ہیں، جس کے نزول کی ان کو ہر وقت توقع اور انتظار ہے۔ خیال رکھنا کہیں یہ عذاب تمھیں بھی اپنی لپیٹ میں نہ لے لے"۔

ہاں البتہ اس میں قدرے اختلاف ہے کہ اگر بازی باندھے بغیر ان آلات سے کھیلا جائے تو یہ جائز ہے یا نہ؟ احتیاط واجب یہ ہے کہ اس سے بھی اجتناب کیا جائے۔

واللہ العالم

مسائل واحکام

مسئلہ ①: اگر جوئے کے علاوہ بازی لگا کر کوئی کھیل کھیلا جائے تو یہ جائز ہے یا ناجائز؟ تو اس کے متعلق عرض ہے جہاں تک اونٹ اور گھڑ دوڑ اور تیراندازی کا تعلق ہے تو اس کے جواز پر تو تمام مذاہب اسلامیہ کے فقہاء کا اتفاق ہے، بشرطیکہ یہ کارروائی بطورِ مشق جہاد کی جائے۔ جس طرح پرندوں میں سے کبوتر بازی کے جواز پر بھی بعض احادیث دلالت کرتے ہیں۔ ان کے علاوہ بازی باندھ کر کوئی سا مقابلہ جائز نہیں ہے، خواہ کشتی ہو یا کشتی رانی، بھاری پتھر وغیرہ کا اٹھانا ہو یا کسی چٹان کا گرانا، سائیکلوں اور موٹروں کی دوڑ ہو یا کبڈی وغیرہ، اور آیا بازی باندھے بغیر یہ کھیل جائز ہیں یا نہ؟ اس میں قدرے اختلاف ہے۔ اگرچہ بہت سے فقہاء نے ان امور کی حرمت کی تصریح کی ہے۔ مگر ان کا جواز قوت سے خالی نہیں ہے۔ جیسا کہ بعض اخبار و آثار سے اور بعض فقہاء کے انظار سے بھی یہی واضح و آشکار ہوتا ہے، اور خصوصاً جبکہ ورزش وغیرہ کی طرح کی کوئی عقلائی غرض وغائیت بھی پیش نظر ہو۔

واللہ العالم بحقائق احکامہ

مسئلہ ②: جس طرح جوا کھیلنا حرام ہے اسی طرح جہاں جوا کھیلا جاتا ہے وہاں جانا اور اس شغل کو دیکھنا بھی حرام ہے جیسا کہ حماد بن عیسٰی اور سلیمان جعفری کی روایات میں وارد ہے۔

مالك ولمجالس لا ينظر الله الى اهله؟ (المطلع فی الشطرنج كالمطلع فی النار) (الکافی)

اور تمھیں اس بزم سے کیا واسطہ جس کے اہل کی طرف خدا نظر نہیں کرتا اور جس پر جھانکنے والا ایسا ہے جیسے دوزخ میں جھانکنے والا۔ (الکافی)

باب التفسیر

یہودیوں کے جرائم اور ان کی سزاؤں کی مختصر فہرست

تحریر: آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی موسس و پرنسپل جامعہ سلطان المدارس سرگودھا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ○

یَسۡـَٔلُکَ اَہۡلُ الۡکِتٰبِ اَنۡ تُنَزِّلَ عَلَیۡہِمۡ کِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ فَقَدۡ سَاَلُوۡا مُوۡسٰۤی اَکۡبَرَ مِنۡ ذٰلِکَ فَقَالُوۡۤا اَرِنَا اللّٰہَ جَہۡرَۃً فَاَخَذَتۡہُمُ الصّٰعِقَۃُ بِظُلۡمِہِمۡ ۚ ثُمَّ اتَّخَذُوا الۡعِجۡلَ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا جَآءَتۡہُمُ الۡبَیِّنٰتُ فَعَفَوۡنَا عَنۡ ذٰلِکَ ۚ وَاٰتَیۡنَا مُوۡسٰی سُلۡطٰنًا مُّبِیۡنًا ﴿۱۵۳﴾

(سورۃ النساء: ۱۵۳)

ترجمۃ الآیت

آپ سے اہلِ کتاب مطالبہ کرتے ہیں کہ آپ ان پر آسمان سے کوئی (لکھی لکھائی) کتاب اتروادیں، سو یہ تو جناب موسیٰؑ سے اس سے بھی بڑا مطالبہ کر چکے ہیں یعنی کہا تھا کہ ہمیں کُھلم کُھلا اللہ دکھادو۔

تفسیر الآیت

یَسۡـَٔلُکَ اَہۡلُ الۡکِتٰبِ ...... الآیۃ

اس آیت کی شانِ نزول میں مروی ہے کہ کعب بن اشرف اور چند دوسرے یہود بارگاہِ خاتم الانبیاء میں حاضر ہوئے اور کہا کہ اگر آپ نبی ہیں تو پھر ایک لکھی لکھائی کتاب آسمان سے اتاریں۔ چونکہ تورات مکتوبی صورت میں یکبارگی نازل ہوئی تھی، جبکہ قرآن تدریجاً یعنی رفتہ رفتہ نازل ہوا۔ لہٰذا یہود نے کٹ حجتی سے کام لیتے ہوئے انکار کا ایک بہانہ بنایا کہ اگر قرآن اللہ کی کتاب ہے تو پھر لکھی لکھائی صورت میں کیوں نہیں اتری؟ (مجمع البیان) یہ محض ان کی حجت بازی تھی، ورنہ انجیل تو مکتوبی صورت میں اتری تھی، یہ لوگ اس پر کب ایمان لائے تھے؟ خداوند عالم ان کے اس غیر معقول مطالبہ کے جواب میں پیغمبر اسلام ﷺ کے تعجب کو دور کرنے کے لیے فرما رہا ہے کہ آپ ان لوگوں کی اس فرمائش پر حیران نہ ہوں۔ یہ تو اس سے پہلے اس سے بھی زیادہ غیر معقول فرمائشیں کر چکے ہیں۔ انھوں نے تو جناب موسیٰؑ سے یہ مطالبہ کیا تھا کہ ہمیں کُھلم کُھلا خدا دکھائیں۔

فَاَخَذَتۡہُمُ الصّٰعِقَۃُ...... الآیۃ

یہودیوں کے جرائم اور ان کی سزاؤں کی مختصر فہرست

ان آیات میں خدائے علیم و حکیم نے یہودیوں کے بعض جرائم اور ان کی پاداش میں اپنی بعض سزاؤں کی فہرست پیش کی ہے۔

① ان کی اس زیادتی کی وجہ سے انھیں آسمانی بجلی نے پکڑ لیا۔ اس واقعہ کی تفصیل جلد اول میں سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۵۵ کی تفسیر میں گزر چکی ہے۔ اس مقام کی طرف رجوع کیا جائے۔

② خدا کی وحدانیّت اور جناب موسیٰؑ کی نبوت کی

صداقت کی کھلی کھلی نشانیاں دیکھ چکنے کے بعد ایک گوسالے کو معبود بنالیا۔ اس واقعہ کی تفصیل اس تفسیر کی جلد اول سورہ بقرہ کی آیت ۵۱ میں گزر چکی ہے، وہاں رجوع کیا جائے۔

واضح رہے کہ اس آیت کے آخر میں خدا تعالیٰ نے جناب موسیٰ کو جس غلبہ کے عطا کرنے کا تذکرہ کیا ہے اس سے دنیوی اقتدار والا غلبہ مراد نہیں ہے، بلکہ اس سے باطل کے بالمقابل دلائل و براہین حقہ سے غلبہ عطا کرنا مراد ہے۔

(۳) کوہِ طور کو ان پر اٹھا کر ان سے پختہ عہد و پیمان لیا۔ مگر وہ اس سے منحرف ہو گئے۔ اس کی تفصیل بھی تفسیر کی پہلی جلد میں سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۶۳ کی تشریح میں گزر چکی ہے، وہاں رجوع کیا جائے۔

(۴) ان کو حکم دیا گیا کہ حطہ حطہ کہتے ہوئے اور سجدہ ریز ہوتے ہوئے دروازہ میں داخل ہوں، مگر انھوں نے اس حکم کو تبدیل کر دیا۔ اس واقعہ کی تفصیل بھی جلد اول میں سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۵۸ و ۵۹ کی تفسیر میں بیان ہو چکی ہے۔ اس مقام کی طرف رجوع کیا جائے۔

(۵) ان سے پختہ عہد لیا کہ سبت والا قانون نہ توڑنا، مگر انھوں نے اسے توڑ ڈالا، جس کی پاداش میں ان کو مسخ کر کے بندر بنا دیا گیا۔ اس واقعہ کی تفصیل بھی تفسیر کی پہلی جلد میں سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۶۵ کی توضیح کے ضمن میں بیان ہو چکی ہے۔ مذکورہ بالا مقام کی طرف رجوع کیا جائے۔

(۶) ان کی عہد شکنی کرنے۔

(۷) آیاتِ الٰہیہ کو جھٹلانے،

(۸) انبیاء کو ناحق قتل کرنے،

(۹) ان کے اس قول کہ ہمارے دلوں پر غلاف چڑھے ہوئے ہیں،

(۱۰) جناب مریمؑ پر بہتان عظیم باندھنے،

(۱۱) اور جناب عیسیٰؑ کو قتل کرنے کا دعویٰ کرنے کی وجہ سے ان پر لعنت کی اور ان کے دلوں پر مہر کر دی، اس لیے وہ بہت کم ہی ایمان لائیں گے۔

نمبر ۹ کی وضاحت بھی پہلے جلد میں سورہ بقرہ کی آیت ۸۸ کے ذیل میں بیان کی جا چکا ہے۔ مقام مذکور کی طرف رجوع کیا جائے۔

باب الحدیث

والدین کا عاق و نافرمان ہونا

وہ گناہ کبیرہ ہے جس کی بخشش کی کوئی امید نہیں ہے

تحریر: آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی موسس و پرنسپل جامعہ سلطان المدارس سرگودھا

① جناب امام محمد باقر علیہ السلام حضرت رسولِ خدا ﷺ کی یہ حدیث روایت کرتے ہیں کہ فرمایا: خبردار! والدین کی نافرمانی سے اجتناب کرنا۔ کیونکہ جنّت وہ مقام ہے جس کی خوشبو ہزار سال کے راستہ تک پہنچ جاتی ہے، مگر چند قسم کے لوگوں تک اس کی خوشبو بھی نہیں پہنچے گی۔

① ایک والدین کا عاق (نافرمان)

② قطع رحمی کرنے والا

③ بڈھا ناکار

④ از راہِ تکبّر اپنی تہبند زمین پر گھسیٹنے والا۔ کیونکہ کبریائی خداوند عالم کی چادر ہے۔ (اصول کافی)

② حضرت امام جعفر صادق علیہ سے روایت ہے، فرمایا: جو شخص اپنے والدین کی طرف غیظ وغضب کی نگاہ ڈالے، اگرچہ والدین ظالم بھی ہوں تو خداوند عالم اس کی نماز قبول نہیں کرے گا۔ (اصول کافی)

③ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام پیغمبر اسلام ﷺ کا یہ فرمان نقل فرماتے ہیں کہ فرمایا کہ ہر نیکی کے اوپر ایک نیکی ہوتی ہے، یہاں تک کہ بندہ راہِ خدا میں شہید ہوجائے کہ اس کے اوپر کوئی نیکی نہیں ہے، اسی طرح ہر برائی کے اوپر ایک برائی ہوتی ہے، یہاں تک کہ بندہ اپنے والدین میں سے ایک کو قتل کردے کہ اس کے اوپر کوئی برائی نہیں ہے۔ (اصول کافی)

④ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ کمترین عقوق یہ ہے کہ آدمی اپنے والدین کے سامنے "اُف" کرے۔ اگر خداوند عالم کو علم ہوتا کہ اف سے کمتر کوئی کلمہ ہے تو وہی استعمال کرتا۔ (اصول کافی)

⑤ نیز انہی جنابؑ سے مروی ہے کہ کمترین عقوق یہ ہے کہ آدمی اپنے والدین کی طرف تیز نگاہ سے دیکھے۔ (اصول کافی)

باب المسائل

مختلف دینی و مذہبی سوالات کے جوابات

مطابق فتویٰ: آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی

سائل: سید عقیل حسن کراچی

سوال نمبرا: آیت اللہ سید علی حسینی خامنہ ای نے قمہ زنی اور زنجیر زنی اور ماتم میں خون بہانے کو بدعت اور گناہ جانا ہے۔ آپ کا اس بارے میں کیا فتویٰ ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ! مجھے آیت اللہ خامنہ ای مدظلہ سے فی الجملہ اتفاق ہے۔ میں کہتا ہوں ہر وہ کام جس سے جسم و جان کے ضیاع کا اندیشہ ہو اس کام و اقدام سے اجتناب واجب ہے کیونکہ جان کا اتلاف حرام ہے۔ ارشادِ قدرت "وَ لَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ" (القرآن) اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو۔ لہٰذا احتیاط فی الدین کا تقاضا یہ ہے کہ سادہ ماتم داری پر اکتفا کی جائے۔

سوال نمبر۲: اخباری مجتہد اور اصولی مجتہد میں کیا فرق ہے۔ کیا دونوں حق پر ہیں یا صرف ایک؟ کیا شیخ صدوقؒ اخباری مجتہد تھے؟

جواب: باسمہ سبحانہ! جہاں تک میں نے دونوں فریق کے اقوال و آراء کا مطالعہ کیا ہے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ان کی نزاع لفظی ہے۔ یعنی اخباری حضرات کہتے ہیں کہ ادلہ احکام یعنی احکام معلوم کرنے کے ذرائع صرف دو ہیں۔ ایک قرآن اور دوسرا سرکار محمد و آل محمد علیہم السلام کا فرمان۔ اور اصولی کہتے ہیں کہ ادلہ احکام چار ہیں۔ قرآن، حدیث، اجماع، اور عقل۔ مگر وہ اس کے ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ امت کا اجماع اس صورت میں حجّت ہے کہ جب اس میں امام معصوم داخل ہوں تو پھر اعتبار تو قولِ معصوم کا ہوا، ورنہ اجماع بے کار ہے۔ اسی طرح مُستقلات عقلیہ کو سب تسلیم کرتے ہیں کہ عدل و انصاف کرنا اچھا ہے اور ظلم و جور کرنا برا ہے۔ اس پر قرآن و حدیث دلالت کرتے ہیں۔ حضرت شیخ صدوق علیہ الرحمہ اخباری مُجتہد تھے۔

سوال نمبر۳: کیا امام خمینی کو امام کہنا جائز ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ! اصولی طور پر دیکھا جائے تو ہر رہبرور ہنما امام ہوتا ہے۔ مگر ہمارے ہاں اصطلاح قائم ہو چکی ہے کہ لفظ امام صرف امام معصوم کے لیے بولا جاتا ہے۔ ہاں علماء اعلام کے لیے حجۃ الاسلام، آیت اللہ وغیرہ الفاظ کا اطلاق ہوتا ہے۔

سوال نمبر۴: امام خمینی اور بڑے بڑے علمائے کرام نے ملا صدرا کی بہت تعریف کی ہے، جبکہ آپ نے بھی احسن الفوائد میں ان کا اچھا تعارف کروایا ہے۔ اسفار اربعہ ان کی مشہور کتابیں ہیں۔ کیا ایسا آپ کے لیے ممکن ہے کہ ان کی کسی چھوٹی سی کتاب کا ترجمہ کر دیں تاکہ ہم ان کے فلسفے سے استفادہ کر سکیں۔ کیونکہ چار سو سال

گزر گئے، ہمارے ہاں دوبارہ کوئی فلسفہ دان نہیں آیا۔

بعض شیعہ کہتے ہیں کہ وہ صوفی تھے لہٰذا مشرک تھے۔

جواب: باسمہ سبحانہ! اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ جناب ملا صدرا صاحب اسفار اربعہ بڑے فلسفی اور منطقی تھے۔ اور صوفی بھی نہیں تھے۔ مگر ان کا شمار فلاسفہ میں ہوتا ہے۔ شیعہ علماء و فقہاء یا شیعہ مُفسّرین و محدثین میں ان کا شمار نہیں ہوتا۔ اور وہ فلسفہ یونان سے اس قدر متاثر تھے کہ قرآن و حدیث کی تاویل کرکے انھیں فلسفہ کے مطابق کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ حالانکہ علماء و فقہاء کا یہ دستور ہے کہ اگر فلسفہ اور قرآن میں اختلاف ہوجائے تو وہ فلسفہ کو چھوڑ کر جو کہ یونان کے کافر فلسفیوں کی ایجاد ہے، قرآن کو مقدم جانتے ہیں، جو کہ لاریب کلام اللہ ہے۔

سوال نمبر ۵: میرے دوست اعتراض کرتے ہیں کہ علمائے کرام سیدانی لڑکی کا نکاح غیر سید سے جائز سمجھتے ہیں، جبکہ دلائل نہیں دیتے۔ مجھے اور میرے دوست آپ کے دلائل کا بے چینی سے انتظار کریں گے۔

جواب: باسمہ سبحانہ! دلائل تو حرام جاننے والوں کو دینے چاہئیں کہ یہ عقد قرآن و سنت یا کس دلیل کی بنا پر حرام ہے؟ ہمیشہ ثبوت بذمہ مدعی ہوتا ہے...... جبکہ یہ عقد صرف پاکستان اور وہ بھی زیادہ پنجاب و سندھ کی حد تک حرام سمجھا جاتا ہے۔ باقی رہے عراق و ایران یا شام و لبنان بلکہ پورے عالم اسلام میں جائز سمجھا جاتا ہے۔ اور میں ذاتی طور پر اس معاملہ میں خاموش ہوں۔

واللہ العالم بالحقائق

سائل: محمد نیر عباس روڈو سلطان جھنگ

سوال نمبر ا: قبلہ صاحب! میں آپ کا مُقلد ہوں۔ ہمارے ہاں نمازِ جمعہ ایک بجے کے بعد پڑھائی جاتی ہے کیا وہ جمعہ پڑھنا چاہیے یا نہیں۔

جواب: باسمہ سبحانہ! آج کل سردیوں کے موسم میں دن کے ایک بجے سے پہلے نمازِ جمعہ ختم ہوجانی چاہیے۔

سوال نمبر ۲: جو پیش امام قرائت نہیں جانتا اس کے پیچھے نماز پڑھنی چاہیے یا نہیں؟

جواب: باسمہ سبحانہ! پیش نماز کے لیے مومن، عادل اور صحیح قرائت کا قاری ہونا ضروری ہے۔

سوال نمبر ۳: کیا قرائت کے ساتھ نماز پڑھنا واجب ہے؟ جو قرائت نہیں جانتے ان کے لیے کیا حکم ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ! الفاظ کو ان کے مقررہ مخارج سے ادا کرنا واجب ہے۔

سوال نمبر ۴: سعد اور نحس تاریخوں پر یقین رکھنا چاہیے یا نہیں؟

جواب: باسمہ سبحانہ! شریعت میں سعد اور نحس تاریخوں کا تذکرہ ہے۔ مگر ضروری کام کرنا ہوں تو دعا اور صدقہ دے کر کر سکتے ہیں۔

سوال نمبر ۵: کیا قمر در عقرب میں شادی کی جا سکتی ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ! سخت کراہت ہے۔ لہٰذا ایسا کرنے سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔

سائل: جناب محسن عباس صاحب ملتان

عزت مآب مُجتہد العصر حضرت آیت اللہ محمد حسین نجفی صاحب مدظلہ العالی...... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

نیاز بے انداز...... عرض خدمت ہے کہ کچھ عرصہ سے مکتب تشیّع اور مکتب تسنّن کی کتب کے مطالعہ سے کچھ سوالات ذہن میں ابھرے ہیں۔ چونکہ جناب کا ایک طویل عرصہ سے مُعتقد ہوں، آپ کی تقریباً تمام کتب بشمول فیضان الرحمٰن کا مطالعہ بھی کر چکا ہوں، سوالات کے بعد اپنا مذہبی اور تحقیقی فریضہ سمجھتا ہوں کہ آپ سے رہنمائی لوں، تاکہ صراطِ مستقیم واضح رہے۔ ایک مہربانی کی درخواست ہے کہ جوابات واضح ہوں تاکہ کوئی الجھن باقی نہ رہے۔

سوال نمبر ۱: ہر منصوص من اللہ چیز (رسالت، کتب، ملائکہ، قیامت) کا انکار کفر ہے۔ اگر ہمارے بارہ ائمہؑ بھی رسالت کی طرح منصوص من اللہ ہیں تو پھر ان کا انکار کفر کیوں نہیں اور ان پر انبیاء کی طرح ایمان لانا واجب کیوں نہیں؟

جواب: باسمہ سبحانہ! رسالت، کتبِ سماویہ، ملائکہ اور قیامت کا انکار اس لیے کفر ہے کہ ان کا تفصیلی تذکرہ کلام مجید میں موجود ہے۔ لیکن اگر کوئی پاپند یاپند کار انکار کے (جو کہ مجوسیوں کی آسمانی کتاب ہے) یا دردائیل نامی فرشتہ کا انکار کرے تو یہ کفر نہیں کیونکہ ان کا عام کتابوں میں تذکرہ ہے، قرآن مجید میں یہ نام مذکور نہیں ہیں۔ اسی طرح امامت و خلافت کا اجمالاً قرآن میں تذکرہ ہے مگر تفصیلی نام اس میں مذکور نہیں ہیں بلکہ ان کا تذکرہ کتب تفسیر و حدیث میں موجود ہے لہٰذا اصل خلافت و امامت کا انکار کفر ہوگا۔ مگر مخصوص ہستیوں کی امامت کا انکار کفر نہیں ہے۔

سوال نمبر ۲: ہمارے دو ائمہ حضرت امام محمد تقیؑ اور حضرت امام علی نقیؑ کی منصب امامت سنبھالتے وقت عمر تقریباً تین سال اور آٹھ سال بتائی جاتی ہے۔ کیا اس عمر میں دونوں ائمہ کرام جمعہ، جماعت اور نمازِ عیدین وغیرہ کی امامت خود فرماتے تھے یا ان کی موجودگی کے باوجود کوئی اور غیر معصوم فرد؟

جواب: باسمہ سبحانہ! حضرت امام محمد تقیؑ اور حضرت امام علی نقیؑ جب ظاہری عہدۂ امامت پر فائز ہوئے تو ان کی عمریں قریباً چھ چھ سال کی تھیں۔ اب رہی یہ بات کہ وہ اس عمر میں نمازِ جماعت پڑھاتے تھے یا نہ، یہ علیحدہ بات ہے۔ نص قرآن حضرت عیسیٰؑ نے اپنی ولادت کے تیسرے یا چوتھے دن اعلانِ نبوت کیا تھا کہ وہ نبی ہیں (اِنِّیْ عَبْدُاللّٰهِ اٰتٰنِیَ الْكِتٰبَ وَ جَعَلَنِیْ نَبِیًّا) تو اس سوال کی کیا گنجائش ہے کہ وہ جب پنگھوڑے میں آرام کرتے تھے تو نماز باجماعت پڑھاتے تھے یا نہ؟...... ویسے جب امام مہدی علیہ السلام ظاہری عہدۂ امامت پر فائز ہوئے تو ان کی عمر پانچ سال تھی۔ اور انھوں نے اسی سن و سال میں اپنے والد ماجد حضرت امام حسن عسکریؑ کی نماز جنازہ پڑھائی تھی، جیسا کہ کتب تواریخ میں مذکور ہے۔

سوال نمبر ۳: ہماری کتب کے مطابق حضرت امام مہدیؑ کی والدہ ماجدہ قیصر روم کی پوتی تھیں۔ ایک جنگ میں بطور کنیز لی گئیں، پھر فروخت ہوئیں وغیرہ وغیرہ۔

☆ حضرت امام حسن عسکریؑ کے زمانہ میں اہل روم سے کون سی جنگ ہوئی؟ ☆ اور یہ جنگ کس کس بادشاہ کی افواج کے درمیان لڑی گئی؟ ☆ ان کا خوابوں میں نکاح ہوا۔ حضرت محمدؐ نے حضرت عیسیٰؑ سے خواستگاری کی۔ حقیقت کیا ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ! حضرت امام مہدی علیہ السلام کی والدہ ماجدہ جناب نرجس خاتون قیصر روم کے بیٹے یسوعا کی بیٹی تھیں۔ (جن کا سلسلہ نسب جناب شمعون وصی حضرت عیسیٰ تک پہنچتا ہے) بنی عباس کے دور میں اہل روم سے جنگ لڑی گئی جس کے نتیجہ میں جناب نرجس قید ہو کر آئیں۔ اور خوابوں میں حضرت رسولِ خداؐ کا جناب عیسیٰؑ کے توسط سے جناب شمعون سے جناب نرجس کا رشتہ طلب کرنا اور پھر آپ کا ہی عالم خواب میں ان کا امام حسن عسکری سے عقد نکاح پڑھنا روایات میں مذکور ہے۔ (جلاء العیون، غایۃ المقصود)

سوال نمبر ۴: دو حجّت خدا پردۂ غیبت میں ہیں۔ ایک حضرت عیسیٰؑ جو آسمان پر ہیں، دوسرے حضرت امام مہدیؑ جو زمین پر ہیں۔ ☆ ہمارے زمینی حجّت خدا یعنی حضرت امام مہدیؑ نے شادی کیوں کر لی؟ ☆ کیا پردۂ غیب کا اطلاق آپ کے سُسرال، اولاد اور اصحاب پر بھی ہوتا ہے اور کیا ان تمام کی غیبت پر ایمان رکھنا ضروری ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ! ہمارے زمینی حجّت خدا نے شادی کیوں کر لی؟ و اللہ العالم بالحقائق...... اس سلسلہ میں روایات خاموش ہیں کہ شادی کی ہے یا نہ۔ اور اگر شادی کی ہے تو کب اور کس سے کی ہے؟ بہر حال امام مہدی شریعت محمدی کے پیروکار اور مروج ہیں جس میں عقد و ازدواج کی بہت تاکید کی گئی ہے۔ اور حضرت عیسیٰؑ خود نبی تھے اور صاحب شریعت وہ اپنی تکلیف شرعی کو بہتر سمجھتے تھے۔ امام زمانہؑ کی غیبت پر ایمان ضروری ہے۔ کسی اور پر ایمان لانا کہ وہ بھی پردۂ غیبت میں روپوش ہیں ہمارے ایمان کا جزء نہیں ہے۔

سوال نمبر ۵: ہمارا عقیدہ ہے کہ حجّت خدا کے بغیر زمین و آسمان باقی نہیں رہ سکتے۔ ☆ حجّت خدا ہدایت کے لیے ہوتا ہے یا زمین و آسمان کی بقا کے لیے؟ ☆ ایک حجّت خدا آسمان پر تو تھے کیا ان کی وجہ سے زمین و آسمان باقی نہیں رہ سکتے تھے؟ زمینی حجّت خدا وہ بھی پردہ غیب میں ضروری ہے؟ ☆ حضرت عیسیٰؑ اور رسولِ پاکؐ کے درمیان تقریباً پونے چھ سو سال کا عرصہ ہے، اس دوران میں زمین پر حجّت خدا کون تھے؟ اگر تھے تو وہ بھی معصوم تھے؟ کیا ان کا مرتبہ انبیاءؑ سے بلند تھا جیسا کہ ہمارے ائمہؑ کا ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ! حجّت خدا کا ایک مقصد یقیناً ہدایت کرنا ہے۔ مگر ان کے تقرر کا مقصد ایک ہی ہو، یہ ضروری نہیں ہے۔ بلکہ ان کے وجود کا دوسرا فائدہ یہ ہے کہ خالق کائنات نے زمین کی بقا وجود حجّت کے ساتھ وابستہ کر دی ہے۔ ظاہری ہدایت کا سلسلہ لوگوں کی کجروی سے موقوف ہو تو دوسرا مقصد تو حاصل ہو رہا ہے یعنی ؎

قدم سے مہدیؑ دیں کے زمیں قائم ہے پانی پر
قرارِ کشتیٔ دُنیا کے لنگر ایسے ہوتے ہیں

بنا بریں آسمان والوں کے لیے حضرت عیسیٰؑ حجّت ہیں اور باعث امان اور زمین والوں کے لیے امام زمانہؑ اور حضرت پیغمبر اسلامؐ کی آمد تک اوصیاء کے دو سلسلے جاری تھے۔ ایک ملت ابراہیمی کا، دوسرا حضرت عیسیٰؑ کے اوصیاء۔ نیز یہ بھی واضح رہے کہ اوصیا دو قسم کے ہوتے ہیں: ① ایک خاص جس کے لیے نبی کی طرح

عصمت ضروری ہوتی ہے ② دوسرے عام جن کے لیے عصمت ضروری نہیں ہے۔ جیسے علماء اعلام جو نائب امام ہوتے ہیں۔

سوال نمبر۶: حضرت علیؑ خلیفہ اول کے زمانہ میں نماز کیسے پڑھتے تھے؟ باجماعت یا گھر میں؟ ☆ اگر باجماعت تو کیا معصوم غیر معصوم کی اقتدا میں کھڑا ہو سکتا ہے؟ ☆ اگر تقیہ پڑھتے رہے تو ان کے تقیہ کا ہمیں کہاں سے علم ہوا؟ ☆ بیعت پر تقیہ کیوں نہ کیا؟ ☆ کیا تقیہ نبی و امام کے لیے جائز ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ! گھر میں پڑھتے تھے اور جماعت کے ساتھ کیونکہ اس دور میں باجماعت کی اس قدر اہمیت تھی کہ جو جماعت میں شامل نہیں ہوتا تھا اس کے گھر کو آگ لگا دی جاتی تھی۔ اور ایسے حالات میں حکم یہ ہے کہ آدمی اپنی اذان و اقامت کہہ کر اور فرادیٰ نماز کی نیّت کر کے نمازِ باجماعت میں شامل ہو جائے۔ قیام کے ساتھ قیام اور سجود کے ساتھ سجود۔ نیّت کا معاملہ خدا و بندہ کے ساتھ مربوط ہے۔ وانما الاعمال بالنیات۔ معصوم غیر معصوم کی اقتداء نہیں کر سکتا۔ اس کے پیچھے کھڑا ہونے میں کوئی اشکال نہیں ہے۔ واضح رہے کہ حکیم الامت امام کے لیے تقیہ جائز ہے، وہ بہتر جانتے ہیں کہ کس طرح دین کی حفاظت کرنی ہے۔

سوال نمبر۷: اہل سنت کی کس مستند کتاب میں ہے کہ ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا خلیفہ دوئم نے شروع کرایا؟

جواب: باسمہ سبحانہ! علامہ ابو ہلال عسکری نے اپنی کتاب الاوائل میں تصریح کی ہے کہ اسلام میں پہلا شخص جس نے نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم دیا وہ خلیفہ ثانی تھا۔ (الاوائل ابو ہلال عسکری مخطوط)

سوال نمبر۸: ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے سے نماز باطل کیوں ہو جاتی ہے؟ اسلامی دلیل کیا ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ! پیغمبر اسلام ﷺ کا ارشاد ہے کہ "صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي" (کتب فریقین) نماز اس طرح پڑھو جس طرح مجھے پڑھتے ہوئے دیکھ رہے ہو۔ لہٰذا اس کیفیّت اور ہیئت کے ساتھ نماز نہیں پڑھی جائے گی جس طرح آنحضرت ﷺ پڑھتے تھے تو وہ نماز باطل ہی ہوگی۔

سوال نمبر۹: اگر ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا باطل ہے تو پھر حضرت علیؑ نے اس فعل کو کہاں باطل قرار دیا؟ یا مسلمانوں کی باطل ہونے والی نمازوں پر خاموش رہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ! حضرت امیر علیہ السلام اس بدعت پر خاموش نہیں رہے بلکہ بارہا اس کے خلاف آواز بلند کی۔ (ملاحظہ ہو احتجاج طبرسی، بحار الانوار وغیرہ)

سوال نمبر۱۰: حدیث ثقلین میں قرآن و عترت سے تمسّک کا حکم ہے۔ شیعہ عقیدہ کے مطابق نص قرآن اور عترتِ رسول سرمن رائے غار یا جزیرہ میں ہیں۔ دونوں معصوم رہنماؤں کی عدم موجودگی میں ہمیں تمسّک رکھنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ! یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ اصل قرآن اور عترت سرمن رائی میں غائب ہیں، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اصل قرآن بھی موجود ہے، صرف ترتیب نزولی کا فرق ہے۔

☆

جامعہ علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ زاہد کالونی عقب جوہر کالونی سرگودھا

سالانہ دو روزہ

اجلاس

بروز ہفتہ اتوار

مورخہ ۱۷ و ۱۸ ستمبر ۲۰۱۶ء

تمام اہلِ اِسلام سے شِرکت کی استدعا ہے

یہ اجلاس جامعہ ہذا کے وسیع و عریض پنڈال میں مُنعقد ہو گا

جس میں

ملک کے مشہُور اور جید علماء و واعظین خطاب فرمائیں گے

متمنّی شرکت: پرنسپل و اراکین جامعہ علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ سرگودھا

اعلان داخلہ

جامعہ علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ

زاہد کالونی عقب جوہر کالونی سرگودھا

نئے سال کا داخلہ شروع ہے علوم دینیہ کے خواہشمند طلباء داخلہ لینے کے لیے درج ذیل پتے پر رابطہ فرمائیں

پرنسپل جامعہ علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ زاہد کالونی عقب جوہر کالونی سرگودھا

موبائل: 0301- 6702646

باب المتفرقات

حضرت علی علیہ السلام کی علمی و ادبی خدمات

تالیف: ڈاکٹر سید مشتاق مہدی

فیضانِ ربوبیت اور دبستانِ نبوت کی تعلیم و تربیت نے علی بن ابی طالب علیہ السلام کے آئینہ قلب ونظر کو وہ جلا بخشی کہ علم و حکمت کا کوئی گوشہ اور حق و معرفت کا کوئی شُعبہ نظروں سے اوجھل نہ رہا، اور معمُورہ عالم کی تمام حقیقتیں ژرف بین نگاہوں کے سامنے منکشف ہو گئیں۔ ہادیٔ اعظم مرسل خاتم ﷺ نے آپ کو ہزار باب علم کے تعلیم کیے لیکن ذہن رسا اور غیر معمُولی فہم وذکار کھنے والے اس لائق شاگرد علیؑ نے ہر ایک باب سے علم کے مزید ہزار باب اخذ کیے۔ گرامی القدر استادؐ نے استعداد علی کو جان لیا تو لوحِ اعزاز عطا کرتے ہوئے فرمایا:

① میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے۔

② میں حکمت کا گھر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے۔

آپ کی وسعتِ علمی کو احاطہ تحریر میں لانا مُشکل ترین کام ہے۔ بس مشت از خروارے کے مصداق قرآن، احادیث اور ادبیاتِ عرب کے چند علمی حوالے رقم کیے جاتے ہیں:

قرآن: قرآن کے ساتھ آپ کی وابستگی اور پیوستگی کا اندازہ اس فرمانِ نبویؐ سے لگایا جاسکتا ہے:

علیؑ قرآن کے ساتھ اور قرآن علیؑ کے ساتھ ہے۔ یہ دونوں جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہوں گے۔ (صواعق محرقہ اردو ترجمہ از علامہ اختر فتح پوری ص ۳۱۱، تاریخ الخلفاء اردو ترجمہ محمد مُبشر چشتی سیالوی ص ۲۵۱)

قرآن ہو یا علی امیرالمومنینؑ ہوں، دونوں ایک ہی منزل کے راہ سپار اور ایک ہی نصب العین کے علمبردار ہیں۔ اس تعلّق کو بیان کرتے ہوئے خود علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

یہ (قرآن) خاموش کتاب ہے، اور میں (علیؑ) بولتا قرآن ہوں۔ (فصول حر عاملی ص ۷۷، سیرت امیرالمومنینؑ جلد دوم ص ۷۶)

جس طرح آپؑ کو مُسلم اول ہونے کا اعزاز حاصل ہے، اسی طرح آپ کو اولین کاتبِ وحی ہونے کا امتیاز بھی حاصل ہے۔ آپ اس بارے میں فرماتے ہیں:

خداوند عالم نے ہر وہ آیت جو اپنے نبیؐ پر نازل کی وہ میرے پاس ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے لکھوایا، اور میں نے اپنے ہاتھ سے قلم بند کیا۔ (فصول حر عاملی ص ۶۵، سیرت امیرالمومنینؑ جلد دوم ص ۸۰)

آپؑ کے اس فرمانِ ذیشان کے بعد علامہ زرقانی کا اعترافِ یقین میں ڈھلنے لگتا ہے کہ:

ہمیں اس امر کو تسلیم کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد سب سے پہلے قرآن علیؑ نے جمع

کیا۔ (مناہل العرفان فی علوم القرآن جلد ا ص ۲۴۷ مولفہ علامہ محمد عبدالعظیم الزرقانی متوفی ۱۳۶۷ھ بحوالہ بلاغ القرآن ۹۵۲)

ابن ابی داؤد نے ابن سیرین کے طریق سے یہ بھی روایت کی ہے کہ علیؑ فرماتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی تو میں نے اپنے دل میں اس بات کا عہد کر لیا کہ جب تک قرآن جمع نہ کرلوں اس وقت تک بجز نماز جمعہ کے کسی اور کام کے لیے اپنی چادر نہ اوڑھوں گا۔ چنانچہ میں نے قرآں کو جمع کر لیا۔ (الاتقان جلد ا ص ۱۵۷ مکتبہ العلم اردو بازار لاہور)

اس میں شک نہیں کہ اس کی جمع آوری کے لیے رسول مقبول ﷺ نے حضرت علیؑ کو خاص طور پر وصیت بھی فرمائی تھی۔

اے علیؑ! قرآن میرے بستر کے پیچھے مختلف صحیفوں، ریشمی کپڑوں اور کاغذوں پر موجود ہے اسے لے لو جمع کرو اور ضائع نہ ہونے دو۔ (بحار الانوار، تفسیر قمی بلاغ القرآن ص ۹۵۲)

تفسیر قرآن:

علم تفسیر میں امیرالمومنین علی علیہ السلام کے مقام بلند کا اندازہ اس سے لگائیے کہ ابوالطفیل کہتے ہیں: میں نے علیؑ کو خطبہ دیتے ہوئے دیکھا، وہ فرما رہے تھے کہ: مجھ سے کتاب اللہ کے بارے سوالات کیا کرو، کیونکہ خدا کی قسم قرآن کریم کی کوئی آیت ایسی نہیں جس کے بارے میں مجھے معلوم نہ ہو کہ وہ رات کو نازل ہوئی یا دن کو، میدان میں اتری یا پہاڑ پر۔ (علوم القرآن از شیخ الاسلام محمد تقی عثمانی مکتبہ دارالعلوم کراچی)

مولانا محمد رُوح اللہ نقشبندی لکھتے ہیں: بہترین قاضی اور مفتی ہونے کے ساتھ ساتھ حضرت علیؑ قرآن عزیز کے اسرار و رموز کے بھی عظیم عالم تھے۔ حضرت ابن عباسؓ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے تفسیر قرآن سے متعلق جو کچھ بھی سیکھا ہے حضرت علیؑ سے سیکھا ہے۔ ابو نعیم الحلیہ میں حضرت علیؑ کا یہ قول نقل کرتے ہیں: بخدا مجھے ہر آیت کے بارے میں معلوم ہے کہ وہ کس ضمن میں اور کہاں اتری، مجھے ذات ربانی نے روشن دماغ اور زبانِ گویا بخشی ہے۔ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کا ارشاد ہے: قرآنِ عزیز کا نزول سات حرفوں پر ہوا، ہر حرف کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن، حضرت علیؑ کو اللہ تعالیٰ نے دونوں علوم سے وافر حصہ عطا فرمایا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ نے تفسیر قرآنِ عزیز آپ ہی سے نقل فرمائی ہے۔ آپؑ اکثر اوقات قرآن عزیز کی تفسیر فرمایا کرتے تھے، جس کو ابو حمزہ ثمالی لکھ لیا کرتے تھے اور خود بھی اپنے پاس تفسیر کا وہ نسخہ رکھتے تھے جس کو فہم القرآن کا نام دیا۔ آپ سے پوچھا گیا: "ما فی هذه الصحیفه؟" تو آپ نے فرمایا: "فهم القرآن"۔ (عہد رسالت کے مفسرین کرام، دارالاشاعت اردو بازار جناح روڈ کراچی)

اس تفسیری مجموعہ کے بارے میں شیخ مفید "الارشاد" میں لکھتے ہیں: "کتب فیه تاویل بعض الایات و تفسیرها بالتفصیل"۔ (بلاغ القرآن ص ۹۵۳ از شیخ محسن علی نجفی، امامیہ آرگنائزیشن پاکستان)

یعنی آپ نے اس میں بڑی شرح اور تفصیل کے ساتھ بعض آیات کی تاویل و تفسیر لکھ دی۔ علامہ جلال

الدین سیوطی لکھتے ہیں: علیؑ نے اپنے مصحف میں ناسخ و منسوخ کو درج کیا تھا۔ (الاتقان جلد ا ص ۱۵۸ مکتبہ العلم اردو بازار لاہور)

جبکہ ملامحسن فیض کاشانی لکھتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے قرآن کی تفسیر، شانِ نزولِ آیات خود رسول اللہؐ کی املا سے لکھی تھی۔ (تفسیر الصافی، بلاغ القرآن ص ۹۵۳)

ابوحمزہ ثمالی حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ کے نہیں بلکہ حضرت علی زین العابدینؑ، امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ کے شاگردوں میں سے تھے۔ انھوں نے ایک کتاب تفسیر قرآن میں لکھی۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد نسیم عثمانی اپنے پی ایچ ڈی کے مقالے "اردو میں تفسیری ادب، ایک تاریخی اور تجزیاتی جائزہ" کے صفحہ ۳۲ پر لکھتے ہیں: کتاب التفسیر ابی حمزہ ثمالی، اس کا نام ثابت بن دینار اور کنیت دینار ابوصفیہ ہے۔ ابوحمزہ پیروانِ علیؑ میں سے تھے۔ آپ کا شمار نجباء وثقات میں ہوتا تھا۔ آپ نے ابوجعفر (محمد باقرؑ) کی مصاحبت ورفاقت اختیار کر لی۔

وہ میثم بن یحییٰ تمار تھے جن کو علی بن ابی طالبؑ نے تنزیل وتاویل قرآن کی تعلیم دی تھی۔ یہ حضرت علیؑ کے خلوت و جلوت کے ہمراز و دمساز تھے اور ان کو تفسیر قرآن پر کامل دستگاہ حاصل تھی۔ عباسی قمی اپنی کتاب احسن المقال جلد اول صفحہ ۲۷۱ پر لکھتے ہیں: ایک مرتبہ عبداللہ بن عباسؓ سے میثم نے کہا: اے ابن عباس! تفسیر قرآن میں سے جو چاہو مجھ سے سوال کرو، کیونکہ میں نے تنزیل قرآن کی امیرالمومنین علیؑ کے سامنے قرائت کی اور آپؑ نے مجھے تاویل قرآن کی تعلیم دی۔ ابن عباسؓ نے کاغذ اور دوات منگوائی اور ان کے بیانات کو تحریر کیا۔

حضرت علیؑ کی ایک اور تفسیری خدمت "تفسیر نعمانی" ہے جو ابوعبداللہ محمد بن ابراہیم بن جعفر نعمانی کی طرف منسوب ہے۔ یہ امیرالمومنینؑ کی حدیث متصل پر مشتمل ہے۔ اس میں اقسام علوم قرآن اور ان کے امثلہ بسط و شرح کے ساتھ مرقوم ہیں۔ اس میں حضرت نے آیات قرآنی کی ساٹھ قسمیں قرار دی ہیں اور ہر قسم کی مثال ذکر فرمائی ہے اور آیات کی تفسیر بھی کی ہے۔ (روح القرآن ص ۱۱۹، انصاف پبلشنگ کمپنی لاہور)

اس تفسیر میں حضرت نے سات بنیادی علوم قرآنیہ امر، نہی، ترغیب، تخویف، مجادلہ، امثال اور قصص کی تشریح وتوضیح کی ہے اور یہ بحارالانوار کی انیسویں جلد میں ۲۶ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ (سیرت امیرالمومنینؑ جلد دوم صفحہ ۱۰۲)

حضرت علیؑ علومِ قرآنی میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ قیصر روم کی طرف سے سوال کیا گیا کہ اس قرآنی سورہ کو بتاؤ جس میں سات حروف تہجی کے نہیں ہیں اور اس کی صرف سات آیتیں ہیں۔ تمام حفاظ عاجز آ گئے مگر مولائے کائنات علیؑ نے برجستہ جواب دیا کہ سورۂ فاتحہ میں سات آیتیں ہیں اور اس میں حروف ث، ج، خ، ذ، ش، ظ اور ف نہیں ہیں۔

علمِ قرائت:

اسلام کے اہم ترین مراکز کے مستند ومعروف قاری یہ تھے:

ابن کثیر مکہ میں

نافع مدینہ میں
ابن عامر شام میں
حمزہ اور عاصم کوفہ میں
ابوعمرو اور یعقوب بصرہ میں۔

البتہ تیسری صدی ہجری کے آغاز میں ابن مجاہد نے یعقوب کی بجائے کسائی کی قرآئت کو ترجیح دی۔ ان میں سے ابوعمرو اور عاصم نے ابوعبدالرحمٰن سے قرائت حاصل کی اور ابوعبدالرحمٰن کہتا ہے: میں نے پورا قرآن علی بن ابی طالبؑ سے پڑھا۔ ہمزہ اور کسائی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی قرائت پر اعتماد کرتے تھے اور حضرت ابن مسعودؓ کا قول ہے: ما رائت اقراء من علی بن ابی طالب۔ میں نے علیؑ سے بڑا قاریٔ قرآن نہیں دیکھا۔

ابن کثیر، نافع اور ابوعمرو کی قرائتیں حضرت عبداللہ بن عباس تک منتہی ہوتی ہیں اور حضرت ابن عباسؓ نے قرآن کی تعلیم علیؑ سے حاصل کی۔ اسی لیے تو ابن ابی الحدید کہتا ہے: فقد صار هذا الفن من الفنون التی ینتهی الیه۔

پس یہ فن بھی ان فنون میں شمار ہوگا جو حضرت علیؑ پر انتہا پذیر ہوتے ہیں۔ (مقدمہ شرح ابن حدید، سیرت امیرالمؤمنینؑ جلد دوم ص ۸۳)

نقاط و اعراب

ابن حجر عسقلانی کے مطابق جس نے سب سے پہلے علوم عربیہ وضع کیا اور قرآن میں نقطے لگائے، وہ ابوالاسود تھے۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ تم نے یہ طریقہ کس سے سیکھا تو انھوں نے جواب دیا: "علی ابن ابی طالبؑ" (الاصابہ جلد ۲، مجموعہ علوم القرآن ص ۶۸، مولانا نواب محمد صدیق حسن خان)

استخراج و استنباط از قرآن

آپؑ کہا کرتے تھے: "خیرالدواء القرآن" (بہترین دوا قرآن ہے۔ ابن ماجہ)

حضرت علیؑ ہر مشکل کے لیے قرآن ہی سے رجوع کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام مسائل اور مشکلات کو حکمت قرآنی کے ذریعہ حل کرنے کا خصوصی ملکہ عطا کیا تھا۔ ایک شخص نے حضرت علیؑ سے پیٹ درد کی شکایت کی تو آپؑ نے فرمایا: اپنی بیوی سے کچھ رقم لو، اس سے شہد خریدو اور پھر بارش کا پانی ملا کر پی لو، درد سے شفا ہوگی۔

پھر اس کی قرآنی توجیہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

ا: وَ نَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا۔ ہم نے آسمان سے بابرکت پانی نازل کیا۔ (سورۃ ق: ۹)

ب: يَخْرُجُ مِنْ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ۔ شہد کی مکھیوں کے پیٹ سے پینے کی چیز نکلتی ہے جو مختلف رنگوں کی ہوتی ہے، جس میں لوگوں کے لیے شفاء ہے۔ (سورۃ النحل: ۶۹)

ج: فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْٓئًا مَّرِيْٓئًا اگر تمھاری عورتیں اپنی رضامندی سے تمھیں کچھ دے دیں تو اسے پاکیزہ سمجھ کر کھاؤ پیو۔ (سورۃ النساء: ۴)

لہٰذا جب پاکیزہ چیز کے ساتھ برکت اور شفا مل جائے گی تو شفا پاؤ گے۔ (سیرت امیرالمؤمنین جلد ۲ ص ۱۰۷)

حدیث

حدیث کے بغیر قرآن کو سمجھنا تقریباً ناممکن ہوجاتا ہے۔ اس لیے آپؑ تدوین و اشاعت حدیث کے فریضے

سے بھی غافل نہ رہے۔ آپؑ فرمایا کرتے تھے: ایک دوسرے سے احادیث بیان کیا کرو، اگر تم نے ایسا نہ کیا تو حدیث کے آثار مٹ جائیں گے۔ (مُستدرک حاکم، سیرت امیرالمؤمنینؑ جلد ۲ ص ۱۱۲)

ایک طویل حدیث بیان کرنے کے بعد امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ انھوں نے یہ حدیث اس کتاب سے لی ہے جو رسول اللہ ﷺ نے لکھوائی اور علیؑ بن ابی طالبؑ نے لکھی۔ (امالی شیخ صدوق، سیرت امیرالمؤمنینؑ جلد ۲ ص ۱۱۳)

آپؑ کی دور رس نگاہیں دیکھ رہی تھیں کہ حدیث کے نام پر کس قدر جعل سازی کی جائے گی، لہٰذا آپؑ نے متوجہ کیا کہ جب حدیث بیان کرو تو جس نے تم سے وہ حدیث بیان کی ہے اس کی سند کا بھی ذکر کرو۔ (وسائل الشیعہ)

اسلام چونکہ دینِ حکمت ہے اس لیے فرمایا: جب کوئی حدیث سنو تو اسے عقل کے معیار پر پرکھ لو، صرف نقلِ الفاظ پر اکتفاء نہ کیا کرو، کیونکہ علم کے نقل کرنے والے تو بہت ہیں لیکن اس پر غور کرنے والے بہت کم ہیں۔ (نہج البلاغہ)

عربی ادب

حضرت علیؑ نے جہاں قرآن و حدیث کی نشر و اشاعت کے لیے اقدامات کیے وہاں عربی زبان و ادب کے فروغ و ارتقاء کے لیے بھی بے نظیر خدمات سرانجام دیں۔ چند مثالیں قارئین کے ذوقِ علمی کی تسکین کے لیے پیشِ خدمت ہیں:

علمِ نحو

ابوالاسود دوئلی بیان کرتا ہے کہ میں نے ایک دن حضرت امیرالمؤمنینؑ کو گہری سوچ میں مُستغرق پایا، وجہ پوچھی تو آپؑ نے فرمایا: عجمیوں کی آمد و رفت کے سبب عربی زبان کے غلط استعمالات بڑھ گئے ہیں۔ یہی صورت حال رہی تو لفظ و معنی کی جہتیں بدل جائیں گی، لہٰذا میں نے سوچا ہے کہ عربی زبان کے قواعد مُنضبط کر دوں، ابوالاسود کہتا ہے کہ میں تین دن کے بعد حضرتؑ کے پاس حاضر ہوا تو آپؑ نے میری طرف کاغذ کا ایک ٹکڑا بڑھا دیا، جس پر تحریر تھا: "کلام کی تین قسمیں ہیں۔ اسم، فعل، حرف۔ اسم وہ ہے جو کسی مسمی کا پتا دے اور فعل وہ ہے جو مسمی کے عمل و حرکت کا پتا دے اور حرف وہ ہے جس میں نہ اسم کے معنی ہوں اور نہ فعل کے۔ پھر فرمایا: اے ابوالاسود تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ اشیاء کی بھی تین قسمیں ہیں۔ ظاہر، مُضمر اور وہ جو نہ ظاہر ہے اور نہ مُضمر یعنی اسم اشارہ۔ اس کے بعد اسم معرفہ و نکرہ، وجوہ اعراب اور چند دوسرے اصول بیان فرمائے، اور کہا: "انح هذا النحوه" (تم یہ طریقہ اختیار کرو) حضرتؑ کے اس قول کی بنا پر اس علم کا نام "علم نحو" پڑ گیا۔ (سیرت امیرالمؤمنین جلد ۲، امامیہ پبلیکیشنز لاہور، حیات الحیوان جلد ۲ ص ۱۴۲، علامہ کمال الدین دمیری الدئل کے ذیل میں)

علمِ لغت

حضرت علیؑ لغت عرب میں بھی ید طولیٰ رکھتے تھے اور قریب المعنی الفاظ کے فرق کو خوبصورتی سے واضح فرماتے۔ چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

ا: اکراہ و اجبار میں لغوی فرق پوچھا گیا تو فرمایا: اکراہ

وہ ہے جو بادشاہ کی طرف سے ہو اور اجبار وہ ہے جو زوجہ و فرزند کی طرف سے ہو۔

ب: غم اور خوف کے بارے میں فرمایا: کسی امر ناگوار کے واقع ہونے سے پہلے کی کیفیت خوف اور واقعہ کے بعد کی کیفیت غم کہلاتی ہے۔

ج: حنان اور منان کا فرق یوں واضح کیا: حنان وہ ہے جو روگردانی کرنے والے پر بھی نظر کرم رکھے اور منان وہ ہے جو بن مانگے دے۔ (سیرت امیرالمومنین جلد ۲، امامیہ پبلیکشنز لاہور)

علمِ عروض

یہ وہ علم ہے جس کے ذریعے شعر کے اوزان پرکھے جاتے ہیں۔ حضرتؑ ہی نے سب سے پہلے ناقوس کی آواز کے اتار چڑھاؤ کو بحر، متدارک، مثمّن، مقطوع کے سانچے میں ڈھالا۔ واقعہ یوں ہے کہ حارث بن اعور حضرت علیؑ کی ہمرکابی میں میدانِ حیرہ میں چل رہا تھا کہ دَیر سے ناقوس کے بجنے کی آواز آئی تو آپؑ نے برجستہ اس کے وزن اور آہنگ پر یہ کلام نظم کیا۔ یوں نوائے دَیر صدائے حرم بن کر گونجنے لگی۔

لا الہ الا اللہ سبحان اللہ حقا حقا
ان المولی ضمیر یبقی حقا حقا صدقا صدقا

(سیرت امیرالمومنین جلد ۲، امامیہ پبلیکشنز لاہور)

شعری ادب

امیرالمومنین کی طبع موزوں تھی اور ذوق علمی کمال کو پہنچا ہوا تھا۔ شاعری اور زبان آوری پدر بزرگوار حضرت ابوطالبؑ سے ورثے میں پائی، شعر کیا کہا، اخلاقی ادب کا بہترین سرمایہ بن گئے، جن میں شوکت لفظی اور ندرت آفرینی کے جلو میں تعمیر ذات تطہیر قلب اور تنویر حیات کے عناوین الہامی شان کے ساتھ پائے جاتے ہیں۔

ا: بوقت ولادت وموت مٹھیوں کی کیفیت بست وکشاد کو شعری قالب میں ڈھالا تو کہا:

و فی قبض کف الطفل عند ولادہ
دلیل علی الحرص المرکب فی الحی

پیدائش کے وقت بچے کی مٹھیوں کا بند ہونا بتاتا ہے کہ حرص زندہ انسان کے اندر سمودی گئی ہے۔

و فی بسطھا عند الممات مواعظ
الا فانظرونی قد خرجت بلا لشئ

اور موت کے وقت ان کا کھلا ہونا ایک درسِ عبرت ہے کہ دیکھ لو میں دنیا سے خالی ہاتھ جا رہا ہوں۔

ب: حسد کے متعلق فرمایا:

اصبر علی حسد العدو فان صبرک قاتلہ

دشمن کے حاسدانہ رویہ پر صبر کرو تمہارا صبر خود ہی اسے ہلاک کر دے گا۔

ج: دنیا کی بے ثباتی یوں بیان فرمائی:

و من یصحب الدنیا یکن مثل قابض
علی الماء خانتہ فروج الاصابع

جو شخص دنیا میں رہے وہ اس کی مانند ہے جو اول میں پانی بھرے اور انگلیوں کی درزوں سے سارا پانی بہہ جائے۔ (سیرت امیرالمومنین جلد ۲، امامیہ پبلیکیشنز لاہور)

د: نفس انسانی کی حقیقت کو شعری پیرائے میں ڈھالا تو فرمایا:

دواؤک فیک و ما تشعر
و داؤک منک و ما تبصر

و انت الکتاب المبین الذی
باحرفہ یظھر المضمر

و تزعم انک جرم صغیر
و فیک انطوی العالم الاکبر

تمھاری دوا تمھارے اندر موجود ہے مگر تم شعور نہیں رکھتے اور تمھاری بیماری خود تمھاری جانب سے ہے مگر تم دیکھتے نہیں۔ تم وہ روشن کتاب ہو جس کے ہر حرف سے پوشیدہ باتیں ظاہر و آشکار ہوتی ہیں۔ تم اپنے آپ کو ایک حقیر جرثومہ سمجھتے ہو، حالانکہ تمھارے اندر ایک بہت بڑی دنیا پوشیدہ ہے۔ (تفسیر صافی جلد اول، اردو ترجمہ از سید تلمیذ حسنین رضوی ص ۱۰۱)

شعری تنقید

تنقید کے میدان میں قدم رکھا تو انتہائی دل آویز انداز میں شعری تجزیے بیان کیے جو تنقید نگاری کے لیے رہنما اصول قرار پائے۔ ایک دفعہ آپ سے پوچھا گیا کہ سب سے بڑا شاعر کون ہے، تو فرمایا:

ان القوم لم یجروا فی حلبۃ تعرف الغایۃ عند قصبتھا فان کان و لا بد فالملک الضلیل

شعراء کی دوڑ ایک روش پر نہ تھی کہ گویا سبقت لے جانے سے ان کی آخری حد کو پہچانا جائے اور اگر ایک کو ترجیح دینا ہی ہے تو پھر ملک ضلیل (امرأ القیس) ہے۔

گویا آپ فرمانا چاہتے ہیں کہ موازنہ اسی وقت ممکن ہے جب ان کا توسن فکر ایک ہی میدان سخن میں جولانیاں دکھا رہا ہو۔ جب روشیں الگ اور اسلوب جدا ہوں تو مقابلہ ممکن نہیں، اسی لیے کہا جاتا ہے کہ:

اشعر العرب امرأ القیس اذا رکب و الاعشی اذا رغب و النابغۃ اذا رھب

عرب کا سب سے بڑا شاعر امرأ القیس ہے جب وہ سوار ہو اور اعشی جب وہ کسی چیز کا خواہشمند ہو اور نابغہ جب وہ حالت خوف میں ہو۔ (نہج البلاغہ، کلمات قصار ۴۵۵، ترجمہ مفتی جعفر حسین)

۶: **نثری ادب:** امیرالمومنین علی علیہ السلام کے خطبات، مکتوبات اور کلماتِ حکمت کا مجموعہ نہج البلاغہ نثری ادب کا شاہکار ہی نہیں بلکہ اسلامی تعلیمات کا الہامی صحیفہ اور عرفان و حکمت کا خزینہ ہے جس کے گوہر آبدار علم و ادب کے دامن کو زرنگار بنائے ہوئے ہیں اور جوہر شناسوں کو محو حیرت کیے ہوئے ہیں۔ افصح العربؐ کی آغوش میں پلنے والے اور آب وحی سے دھلی ہوئی زبان چوس کر پروان چڑھنے والے علیؑ نے بلاغت کلام کے وہ جوہر دکھائے کہ ہر سمت سے "فوق الکلام المخلوق و تحت الکلام الخالق" کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔

اگرچہ آپؑ کے تمام خطبات کا شمار عربی ادب کے معجزوں میں ہوتا ہے، ان میں سے ایک خطبہ مونقہ اور دوسرا خطبہ غیر منقوط میں نقطوں والا کوئی لفظ استعمال نہیں کیا۔ یوں اقلیم سخن کے اس تاجدار نے آنے والے دور کے لیے کلام عرب کے صنائع و بدائع کی بنیاد رکھ دی۔

یہی ہے پیروی فکر مصطفیٰ لوگو
چراغ علم جلاتے رہو علیؑ کی طرح

باب المتفرقات

امام حسنؑ اور کثرتِ ازواج کی تہمت

تحقیق: خانم رُخسانہ چوہدری کراچی

بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ امام حسن علیہ السلام پے در پے شادیاں کرتے اور طلاق دیا کرتے تھے اور یہ سلسلہ اس حد تک جاری رہا کہ امیرالمومنین علیہ السلام نے کوفہ کے عوام سے فرمایا: اے اہلِ کوفہ! اپنی بیٹیاں میرے بیٹے حسنؑ سے مت بیاہو، کیونکہ وہ بہت زیادہ طلاق دینے والے ہیں۔ (شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید ج ۱۴۔ ص ۱۹)

قبیلہ ہمدان کے ایک فرد نے اٹھ کر کہا: ہم ان کو بیٹیاں دیں گے چاہے انھیں رکھ لیں چاہیں انھیں طلاق دیں۔ (کافی ج ۶ ص ۵۶)

حالانکہ قبیلہ ہمدان جدی پشتی شیعہ قبیلہ تھا اور اس قبیلے نے امام زمانہ علیہ السلام کی غیبت کے بعد عراق میں پہلی شیعہ حکومت کی بنیاد رکھی تھی جو ایران میں علوی سادات اور آل بویہ کی شیعہ حکومتوں کی معاصر تھی۔

بہرحال یہ ایک بے بنیاد بہتان ہے اور اس کا حقیقت سے دور کا تعلق بھی نہیں ہے۔ کیونکہ:

یہ روایت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی شان کے خلاف ہے۔

یہ اور اس قسم کی دیگر روایات تین ہی راویوں سے نقل ہوئی ہیں، اور یہ تینوں غاصب عباسی حکمرانوں کے درباری کاتب یا مؤرخ تھے۔

یہ روایات اگر درست ہوتیں تو بنوامیہ کے درباری اسے کیوں بھول گئے تھے اور عباسیوں کے دور میں کیوں سامنے آئیں۔

عباسی بادشاہ منصور دوانیقی کے دور میں جب حسنی سادات نے اس کے خلاف تحریک کا آغاز کیا تو امام حسن علیہ السلام کے خلاف زہرافشانی اسی سفاک اور غاصب بادشاہ کے حکم پر ہی شروع ہوئی اور نکاح و طلاق کثیر والی روایات بھی اسی سازش کے تحت وضع کی گئیں اور مقصد حسنیوں کی تحریک کو نقصان پہنچانا تھا۔

ابتدا میں ہم روایات اور تاریخی نقل کے سلسلے میں تحقیق کرتے ہیں اور اس کے بعد اس باعث شرم بہتان کا جواب دیتے ہیں۔

امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی متعدد شادیوں اور بار بار طلاق کی روایات کو تین گروہوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

روایات کا گروہ اول

اس گروہ میں وہ روایات نقل ہوئی ہیں جن میں متعدد شادیوں سے منع کیا گیا ہے اور اس حکم کے دلائل بیان ہوئے ہیں۔

برقی نے محاسن نامی کتاب میں امام صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ایک آدمی امیرالمومنین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: میں آپ کی خدمت میں اپنی بیٹی کے بارے میں مشورہ کرنے حاضر ہوا ہوں، کیونکہ آپ کے بیٹے امام حسن اور امام حسین علیہ السلام اور آپ کے بھتیجے عبداللہ بن جعفر اس کا رشتہ لے کر آئے ہیں۔ امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا: جان لو کہ امام حسنؑ بیویوں کو طلاق دیا کرتے ہیں، چنانچہ اپنی بیٹی کا رشتہ حسینؑ سے کردو۔ کیونکہ یہ تمھاری بیٹی کے لیے بہتر ہے۔ (محاسن برقی ج ۲ ص ۶۰۱ منتخب التواریخ ص ۱۹۰)

روایات کا گروہ دوم

ان روایات میں گویا امیرالمومنین علیہ السلام نے امام حسنؑ کی متعدد شادیوں اور بار بار طلاق سے شدید تشویش ظاہر کی ہے۔

☆ بلاذری نے ابوصالح ابوصالح سے روایت کی ہے کہ امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا: حسنؑ نے اتنی شادیاں کیں اور طلاقیں دیں کہ مجھے خوف لاحق ہوا کہ کہیں ان کا یہ عمل ہمارے لیے دشمنیاں پیدا نہ کرے۔ (انساب الاشراف ج ۳ ص ۲۵)

☆ سیوطی نے امیرالمومنین علیہ السلام سے روایت کی ہے: حسن علیہ السلام شادیاں کرتے اور طلاق دیتے، یہاں تک کہ میں فکرمند ہوا کہ کہیں قبائل اور اقوام کی جانب سے ہمیں کوئی دشمنی نہ پہنچے۔

(تاریخ الخلفاء ص ۱۹۱)

ان روایات کو اگر درست مان بھی لیا جائے تو پہلی بات تو یہ ہے کہ امام حسن علیہ السلام کی شادیوں اور طلاقوں کا مسئلہ جنگ جمل وصفین ونہروان کے برابر اہم مسئلہ بن چکا تھا۔ معاذاللہ امیرالمومنین علیہ السلام اپنے بیٹے کی نافرمانیوں سے تنگ آچکے تھے اور معاذاللہ ان کی نافرمانی کا حال یہ تھا کہ امیر ان سے براہ راست بات کرنے کی بجائے لوگوں سے درخواستیں کر رہے تھے کہ وہ آپ کو بیٹے کے رشتوں کا منفی جواب دیا کریں۔

روایات کا گروہ سوم

اس قسم کی روایات میں امام حسن علیہ السلام کی شادیوں کی تعداد بیان ہوئی ہے گوکہ رسول و آل رسول کے گھوڑوں، خچروں، گدھوں، اونٹوں، تلواروں، دستاروں اور جوتوں تک کے نام ذکر کرنے والے ان مؤرخین نے آپ کی بیویوں کے نام اور ان کے خاندانوں کے نام ذکر کرنا ضروری نہیں سمجھے ہیں۔ ان راویوں میں بھی سنیوں کے علاوہ شیعہ راوی بھی موجود ہیں۔

☆ کفعمی نے لکھا ہے کہ آپ نے چونسٹھ شادیاں کی تھیں (چہاردہ معصومینؑ، زندگانی امام حسنؑ، ص ۵۵۳)

☆ ابوالحسن مدائنی کے مطابق آپ کی شادیوں کی تعداد ستر۔ (بحارالانوار ج ۴۴ ص ۱۷۳)

☆ ابن حجر کے مطابق نوے۔ (صواعق محرقہ ص ۱۳۹)

☆ کلینی کے مطابق پچاس۔ (کافی ج ۶ ص ۵۶)

☆ بلخی کے مطابق دوسو۔ (البدء والتاریخ ج ۵ ص ۷۴)

☆ ابوطالب مکی کے مطابق دوسو پچاس۔ (مناقب آل ابی طالب ج ۴ ص ۳۰)

☆ بعض دیگر نے امام حسنؑ کی شادیوں کی تعداد

بڑھا کر ۳۰۰ بھی بتائی ہے۔ (مناقب آل ابی طالبؑ ج ۴ ص ۳۰)

☆ بعض نے کہا ہے کہ امامؑ نے ۴۰۰ تک شادیاں کی تھیں۔ (چہاردہ معصوم، ص ۵۵۳، بہ نقل از قوت القلوب)

ہمارا جواب

ستم ظریفی تو یہ ہے کہ یہ روایات اپنوں اور پرایوں نے امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے بارے میں بیان کی ہیں، اور اگرچہ شیعہ راویوں اور بعض غیر شیعہ راویوں نے یقینی طور پر بدنیتی سے یہ روایات نقل نہیں کی ہیں لیکن نتیجہ وہی ہوا ہے جو دشمن چاہتا تھا، اور آج اہلِ بیتؑ کے دشمن ان ہی روایات کو دستاویز بنا کر حریم اہلِ بیت پر یلغار کر رہے ہیں۔

مذکورہ روایات امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی شان و شخصیت کے منافی ہیں۔ کیونکہ امام حسن علیہ السلام کی شخصیت کی جو تصویر کشی قرآن اور نبی اکرم ﷺ اور ائمہ معصومین علیہم السلام کی احادیث سے ہوئی ہے وہ ان آیات و روایات سے تناسب نہیں رکھتیں جو یہاں نقل ہوئی ہیں۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں امام حسن علیہ السلام سمیت دیگر اصحاب کساء سے مخاطب ہوکر ارشاد فرماتا ہے: (پیغمبرؐ کے) گھروالو! اللہ تعالیٰ تو صرف یہ چاہتا ہے کہ تم سے (ہر طرح کی) گندگی (ناپاکی) دور رکھے اور تم کو خوب ستھرا و پاک صاف بنائے رکھے۔ (سورہ احزاب: ۳۳)

آیت مؤدت میں فرماتا ہے: اے میرے رسولؐ! کہہ دیجیے کہ میں تم سے اپنی رسالت پر کوئی اجر نہیں مانگتا، سوائے اس کے کہ میرے اہلِ بیتؑ سے محبّت و مودّت رکھو۔ (سورۃ الشوریٰ: ۲۳)

تمام سنی اور شیعہ راویوں نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی آل اور اہل میں امام علیؑ، حضرت سیدہ فاطمہؑ، امام حسنؑ، امام حسینؑ اور امام حسینؑ کی نسل سے آنے والے نو ائمہؑ شامل ہیں۔

پیغمبرؐ نے امامین حسنین علیہما السلام کے بارے میں فرمایا: حسنؑ اور حسینؑ اسباط میں سے دو سبط ہیں۔

(صواعق محرقہ ابن حجر ص ۱۱۴)

حسنؑ اور حسینؑ جوانانِ جنّت کے دو آقا و سردار ہیں۔ (بحار الانوار ج ۶ ص ۵۸)

اے میری پیاری بیٹی! اور ہم میں سے ہی ہیں دو سبط جو آپ کے بیٹے حسنؑ و حسینؑ ہیں، جو جوانانِ جنّت کے سردار ہیں اور ان کے باپ اس خدا کی قسم جس نے مجھے نبوت پر مبعوث فرمایا، ان دو سے افضل ہیں۔

(احقاق الحق ج ۹ ص ۲۶۶، بحوالہ المعجم الکبیر طبرانی ص ۱۳۵، طبع طہران، مناقب علی بن ابی طالب، ابن المغازلی الشافعی ص ۱۵۰، ۱۴۸ و ص ۱۰۲، ۱۰۱، روایت ۱۴۴)

ان احادیث کا ذکر اس لیے ضروری نظر آیا کہ موضوع بہت دشوار ہے اور قابل برداشت نہیں ہے کہ کوئی اہلِ بیتؑ کو ایسی نسبتیں دے جو وہ اپنے عام سے بچوں کو دینا پسند نہیں کرتے، جبکہ یہاں قطب عالم امکان امام حسن علیہ السلام کو انھوں نے ایک ساتھ کئی الزامات دیے ہیں تاکہ ان کو اپنے بعض پسندیدگان کے رتبے تک پہنچا سکیں۔ کیونکہ اہلِ بیتؑ کے برابر ہونا تو ممکن نہیں،

چنانچہ ان کا رتبہ ہی گرا دیا جاتا ہے۔

امیرالمومنینؑ فرماتے ہیں: ہم اہلِ بیتؑ سے کسی کا بھی قیاس نہیں کیا جاسکتا (کبھی بھی کسی کے بارے میں نہیں کہا جاسکتا کہ فلاں شخص اہلِ بیتِ رسولؐ کی مانند ہے) (بحارالانوار ج ۲۶ ص ۲۶۹، باب ۶ ح ۱۵)

یہ ثابت کرنے کے لیے سند و ثبوت کی ضرورت نہیں ہے کہ آیت مباہلہ بھی آیت تطہیر اور آیت مودت کی طرح اہلِ بیتؑ کی شان میں آئی ہے اور اس آیت میں "ابنائنا" سے مراد امام حسنؑ اور امام حسین علیہما السلام ہیں۔

ابن کثیر دمشقی لکھتا ہے: امیرالمومنین علیہ السلام اپنے بیٹے امام حسن علیہ السلام کا بہت ہی احترام اور تعظیم کیا کرتے تھے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۳۷)

امام حسین علیہ السلام اپنے بھائی امام حسن علیہ السلام کے لیے اتنے احترام و تعظیم کے قائل تھے کہ کبھی اپنے بڑے بھائی کی موجودگی میں بات نہیں کرتے تھے۔ (مناقب آلِ ابی طالب ج ۳ ص ۴۰۱)

طواف کی حالت میں لوگ اس طرح امام حسن اور امام حسین علیہما السلام کی طرح ہجوم کیا کرتے تھے کہ کبھی تو ان کے کچلے جانے کا خطرہ پیدا ہوجایا کرتا تھا۔ (البدایۃ و النہایۃ ج ۷ ص ۳۷)

امام حسن علیہ السلام کے معنوی اور روحانی حالات میں منقول ہے کہ حالت وضو میں آپ کے چہرہ منور کا رنگ دگرگوں ہوجاتا تھا اور پوچھنے والوں کے جواب میں فرمایا کرتے تھے: یہ ان پر سب کا حق ہے جو رب عرش کے سامنے کھڑے ہونے جاتے ہیں کہ ان کا چہرہ پیلا پڑ جائے اور وہ لرزہ براندام ہوجائے۔ (مناقب آل ابی طالب علیہم السلام لابن شہرآشوب ج ۴ ص ۱۴ فصل فی مکارم اخلاقہ)

ہمارا سوال

اب ہم پوچھتے ہیں کہ:

☆ جو امام معصوم خالق یکتا کے حضور اس طرح لرزہ براندام ہوکر حاضر ہوتے ہیں وہ خدا کو چار سو مرتبہ کیونکہ ناراض کر سکتے ہیں اور طلاق کا عمل اتنی مرتبہ کیونکر انجام دے سکتے ہیں، جو حلال اعمال میں سب سے مغضوب ترین عمل ہے؟

☆ اگر بفرضِ محال یہ روایات درست ہوں تو یہ شادیوں اور طلاقوں سے متعلق روایات اس زمانے میں سے تعلق رکھتی ہیں جب امیرالمومنینؑ کوفہ میں تھے اور مسلمانوں کی ظاہری خلافت بھی آپ کے اختیار میں تھی اور اگر ہم جنگ جمل (میں ناکثین یا عہد شکنوں کے فتنے و بغاوت) جنگ صفین میں قاسطین (حق سے روگردانی کرنے والے گمراہوں کی بغاوت اور فتنے اور جنگ نہروان میں مارقین (یعنی دین سے خارج ہونے والوں) کی بغاوت اور فتنے کے ایام کو امیرالمومنین علیہ السلام کی مدت حکومت سے کم کر دیں تو کچھ ہی مہینے باقی رہ جاتے ہیں اور اگر ان فتنوں کے مقدمات و مؤخرات کو بھی شمار کریں تو دوسری اور تیسری شادی کے بارے میں سوچنے کا وقت بھی نہیں ملتا، اور چنانچہ یہ دعویٰ عقلی لحاظ سے بھی مکمل طور پر باطل ہے۔ اگر ہم ہر شادی سے طلاق تک کی مدت کو ملحوظ رکھیں اور اس

بات کو بھی مدنظر رکھیں کہ حجاز پر مسلط سعودی وہابی بادشاہوں کی روایت کے برعکس (جو سو تک شادیاں ایک ہی آن میں کرنا جائز سمجھتے ہیں اور اتنی ہی بیویوں کو ایک ہی آن میں اپنی حرم سراؤں میں رکھتے ہیں اور توحید و دینداری کے مدعی مفتی شریعت محمدیہ کے مطابق ایک ہی وقت چار سے زائد زوجات رکھنے کی اجازت رسول اللہ ﷺ کے سوا کسی کو بھی نہیں ہے تو ایسی صورت میں ہر نئی شادی کے لیے ایک زوجہ کو طلاق دینی پڑے گی، تو یہ ساری شرائط مدنظر رکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ یہ الزامات نہایت مضحکہ خیز ہیں اور ان الزامات سے ان کے بانی یعنی منصور دوانیقی اور اس کے منشیوں اور مستوفیوں کی کم علمی ظاہر ہوتی ہے۔

☆ کیا امیرالمومنین علیہ السلام کی نہی نہی عن المنکر تھی یا نہی عن الحلال تھی؟ دونوں صورتوں میں غلط ہے کیوں؟ اس لیے کہ امیرالمومنینؑ اور امام حسن علیہما السلام آیت تطہیر کی گواہی کے مطابق معصوم تھے اور دونوں کو ہر گونہ رجس سے پاک کر دیا گیا تھا۔ چنانچہ ان میں سے کوئی بھی ایسا فعل کر نہیں سکتا جس سے انھیں نہی کیا جا سکے اور نہی عن الحلال بھی تو بنیادی طور پر غلط ہے اور امام معصومؑ نہی عن الحلال جیسے فعل قبیح کے مرتکب نہیں ہو سکتے۔

☆ کیا امیرالمومنین علیہ السلام کی نہی مقدمے پر مبنی تھی یا پھر مقدمے کے بغیر تھی؟ یعنی یہ کہ کیا آپ نے ابتدا میں اپنے فرزند سے فرمایا تھا کہ ان کے ان افعال سے ناراض ہیں یا نہیں بلکہ براہِ راست معاشرے میں جا کر اپنے بیٹے کی شکایت عوام تک پہنچائی ہے؟ اگر تمہید و مقدمے کے بغیر ہو تو یہ عمل تو بنیادی طور پر امیرالمومنین علیہ السلام سے بعید اور آپ کی روش کے منافی ہے اور محال ہے کہ آپ کسی تمہید کے بغیر اپنے فرزند ارجمند اور وہ بھی امام حسن علیہ السلام جیسے بیٹے کی آبرو نیلام کر دیں، اور اگر تمہید پر مبنی تھی تو امام حسنؑ سے تو کیا ایک عام سے باایمان انسان سے بھی بعید ہے کہ وہ امیرالمومنین علیہ السلام جیسے والد اور امام کو اتنا تنگ کرے اور اتنا پریشان کرے کہ وہ دلتنگ اور پریشان رہا کریں۔

☆ میں امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام پر طعن کرنے والے شخص یا اشخاص سے پوچھنا چاہوں گا کہ کیا وہ اپنے آپ کو باور کرا سکتے ہیں کہ امام حسن علیہ السلام اتنی بڑی شان و منزلت کے باوجود اپنے والد کے لیے شرم و حیا اور شرمندگی اور خجلت کے اسباب فراہم کر سکتے تھے؟ کیا امام حسنؑ اور امام حسینؑ اور ان کے والد سے منسوب کسی مبینہ پیر، قلندر، مولوی اور مفتی سے وہ ایسی توقع کر سکتے ہیں کہ وہ امام اور اسلام اور خدا کی اس طرح نافرمانی کر سکتے ہیں اور اس طرح اپنے امام اور اپنے باپ کی نافرمانی کر سکتے ہیں؟ کیا اپنے ان ہی عام رشتہ داروں یا بیٹوں اور بھائیوں سے توقع رکھ سکتے ہیں کہ وہ علاقے کی قوموں اور قبیلوں میں آپ کے لیے دشمنیاں ابھاریں کہ اگر ایسا کریں تو آپ ان پر

دین سے دوری ہی کا نہیں بلکہ عقل سے محرومی تک کا الزام لگائیں گے؟۔

ابن عساکر کی روایت میں یہ دینی سقم

ابن عساکر کی روایت میں یہ دینی سقم اور نفسیاتی مُشکل بخوبی واضح ہے۔ابن عساکر سوید بن غفلہ سے نقل کرتے ہیں: امام حسن علیہ السلام کی ایک زوجہ قبیلہ خشعم سے تھیں، جنھوں نے امیرالمومنین علیہ السلام کی شہادت کے بعد امام حسن علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کی اور آپ کو خلافت سنبھالنے پر مبارکباد دی۔ چنانچہ امامؑ نے ان سے فرمایا: تم نے امیرالمومنین علیہ السلام کی شہادت پر اپنی خوشی اور شماتت کا اظہار کردیا۔ چنانچہ میں نے تمھیں تین طلاقیں دے دیں۔اس خاتون نے کہا: خدا کی قسم میری بات کا مطلب یہ نہیں تھا۔ بہرحال یہ خاتون عدت کے ایام کے خاتمے پر آپ کے گھر سے خارج ہوگئیں۔امامؑ نے رقم مہر کے ساتھ بیس ہزار درہم ملا کر ان کے لیے روانہ کردیے تو خاتون نے کہا کہ یہ بہت ناچیز متاع ہے جو جدا ہونے والے دوست سے مجھے مل رہی ہے۔ خاتون کی بات امامؑ تک پہنچتی ہے تو آپ بہت روتے ہیں اور فرماتے ہیں: اگر میں نے اپنے والد اور اپنے نانا سے نہ سنا ہوتا کہ جب کوئی اپنی بیوی کو ایک ساتھ تین طلاقیں دے دے جب تک اس عورت نے نیا شوہر اختیار نہ کیا ہو پہلے شوہر پر حلال نہیں ہو سکے گی، تو میں رجوع کرتا۔ (تاریخ دمشق بحوالہ حیاۃ الامام الحسنؑ ص ۱۵۴)

اس من گھڑت افسانے کے جعلی پن کا پہلا ثبوت یہ ہے کہ:

☆ امام حسن علیہ السلام کسی بھی تمہید کے بغیر اور اس خاتون کے مقصد کو توجہ دیے بغیر صرف خلافت کا عہدہ سنبھالنے پر مبارکباد کہنے کی پاداش میں اتنا سخت غصے ہوجاتے ہیں اور آپے سے باہر ہوجاتے ہیں کہ اپنی عزیز زوجہ کو طلاق دے دیتے ہیں، جن کے درمیان محبّت کا ناطہ ابن عساکر کی روایت سے ظاہر ہے۔ ایک عقلمند انسان سے معصوم نہ بھی ہو، ایسی حرکت کی توقع نہیں رکھی جاسکتی، چہ جائیکہ امام حسن علیہ السلام سے ایسی حرکت سرزد ہوجائے۔

☆ فقہ اہلِ بیتؑ کے مطابق طلاق دو عادل گواہوں کے سامنے ہونی چاہیے، جبکہ ابن عساکر کی روایت کے مطابق اس شرط کو ملحوظ نہیں رکھا گیا ہے۔ فقہ اہلِ بیتؑ بھی امام علیؑ، امام حسنؑ، امام حسینؑ اور دوسرے اماموں سے آئی ہے۔اب سوال یہ ہے کہ یہ کیونکر ممکن ہے کہ امام معصوم اپنے ہی احکام اور اپنی ہی فقہ کی خلاف ورزی کرے؟

☆ معمول نہیں یہ طلاق ہوئی بھی ہے یا نہیں؟ امام حسن علیہ السلام کی خشعمی زوجہ تھیں بھی یا نہیں تھیں؟ بہرحال اگر امام حسن علیہ السلام نے اپنی زوجہ کو اپنے والد اور امام کی شہادت پر خوش ہونے کی پاداش میں طلاق دی تھی تو حق مہر تو دینا چاہیے تھا لیکن یہ بیس ہزار درہم کا اضافہ کس لیے تھا۔

اس روایت میں ابن عساکر کی اموی پرستی کا عنصر بھی تھوڑا تھوڑا عیاں ہوا ہے اور وہ یوں کہ اس نے امام حسن علیہ السلام کو معاذاللہ جلد باز انسان کے طور پر متعارف کرایا ہے جو بات بے بات پر آپے سے باہر

ہو جاتے ہیں۔ پھر زوجہ کی زبان سے امام حسن علیہ السلام کو ابن عساکر کی جانب سے کہا گیا ہے کہ خدا کی قسم میرا مطلب یہ نہیں تھا۔ پھر تین طلاقوں کی حماقت کو درست ثابت کرنے کے لیے انھیں امام حسنؑ اور اہلِ بیت علیہم السلام سے بھی منسوب کیا جاتا ہے۔ اور پھر امام حسن علیہ السلام پر عدم ثابت قدمی کا الزام دھرتے ہوئے انھیں سابقہ زوجہ کو بیس ہزار درہم بھجواتے ہوئے دکھاتا ہے اور سابقہ زوجہ کی طرف سے پھر بھی امام حسن علیہ السلام کو محبت بھرا پیغام بھجواتا ہے، جس پر امام حسن علیہ السلام نادم و پشیمان ہوتے ہیں اور رونے لگتے ہیں اور تین طلاقوں کے قانون کے استحکام پر مہر تصدیق ثبت کرتے ہوئے اپنی پیاری زوجہ کو اس قانون پر قربان کرتے ہوئے دکھاتا ہے۔

☆ تین طلاقوں والا قانون جس کے تحت ایک ہی مجلس میں بیوی کو تین طلاقیں دی جا سکتی ہیں، مذہب اہلِ بیتؑ سے دور دور کا تعلق بھی نہیں رکھتا، اور یہ طلاق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں نہیں تھی اور اگر کوئی ایک ہی نشست میں تین طلاقیں دیتا تو وہ ایک طلاق سمجھی جاتی تھی۔

چنانچہ ائمہ اہلِ بیتؑ سے اس نئے قانون کی نسبت دینا مضحکہ خیزی کی انتہا ہے۔ کیونکہ فقہ اہلِ بیتؑ کے تحت ایک ہی مجلس میں سو بار طلاق بھی ایک ہی طلاق سمجھی جاتی ہے اور مرد طلاق کے بعد عدت کے ایام میں بیوی سے رجوع کر سکتا ہے یا پھر عدت کی مدت ختم ہونے کے بعد اس کے ساتھ نکاح کر سکتا ہے، لہٰذا اگر ابن عساکر کا یہ افسانہ درست بھی مان لیا جائے تو امامؑ کے پاس عدت کے دنوں میں رجوع یا عدت کے بعد نکاح کا امکان موجود تھا، جو اگر نہیں معلوم ہے تو امام کو بطریق اولیٰ معلوم تھا۔ چنانچہ رونے دھونے اور نادم ہونے کی ضرورت نہیں تھی۔

ابن عساکر کی روایت کی صورت حال اتنی مضطرب ہے اور اس پر اتنے اعتراضات وارد ہیں کہ اس کی سند کا جائزہ لینے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

اسناد کا جائزہ

اکثر مؤرخین نے اس تاریخی واقعے کو سند و ثبوت ذکر کیے بغیر نقل کیا ہے اور اس کو ابوالحسن مدائنی، محمد بن عمر واقدی اور ابوطالب مکی۔

دونوں صورتوں میں قابلِ جرح اور حامل اشکال ہے۔ کیونکہ:

ابن عساکر لکھتا ہے: اور محمد بن سیرین نے روایت کی ہے کہ...... (تاریخ دمشق ترجمہ امام حسنؑ ص ۱۵۵)

میر خواند شافعی لکھتا ہے: نقل ہے کہ...... (روضۃ الصفاء ج ۳ ص ۲۰)

سیوطی کہتا ہے کہ: امام حسن علیہ السلام شادیاں کرتے تھے...... (تاریخ الخلفاء ص ۱۹۱)

سبط ابن الجوزی نے لکھا ہے: اور روایت ہے کہ تحقیق انھوں نے شادی کی...... (تذکرۃ الخواص ص ۱۲۱)

یہ تمام روایتیں مرسل ہیں اور ان کا سلسلہ سند ذکر نہیں ہوا ہے اور جن لوگوں نے ان تین مؤرخین پر اعتماد کیا ہے ان سے بس یہی کہنا چاہیے کہ یہ تینوں مؤرخین بھی امام حسن علیہ السلام کے زمانے میں نہ تھے اور ان

تینوں نے بھی تمھاری طرح یہ روایتیں سلسلہ سند ذکر کیے بغیر نقل کی ہیں جس طرح کے ہم نے مدائنی اور مکی سے نقل کیا۔ چنانچہ ہم یہاں کہتے ہیں کہ اس طرح کے ناقابلِ اعتماد راویوں کی بے اعتمادی اور بے ثبوتی کو دیکھ کر اعلان کیا جاتا ہے کہ ان لوگوں کی طرف سے امام حسن علیہ السلام کی شادیوں، زوجات کی تعداد، طلاقوں، تزویج و طلاق وغیرہ وغیرہ کے بارے میں منقولہ ہر قسم کی روایات جھوٹی اور بے بنیاد ہیں۔

اربابِ جرح و تعدیل میں سے بہت سوں نے ان تین راویوں کو کلی طور پر ناقابلِ اعتماد و اعتبار قرار دیا ہے۔ جن لوگوں نے ان افراد کو ناقابلِ استناد و اعتماد قرار دیا ہے ان میں الذہبی (میزان الاعتدال ج ۳ ص ۱۰۷) عماد الحنبلی (شذرات الذہب ج ۳ ص ۱۲۰) الرازی (الجرح و التعدیل ج ۴ ص ۲۱) ابن الاثیر الجزری (الکامل فی التاریخ ج ۹ ص ۲۹۰) سید محسن الامین (اعیان الشیعہ ج ۴۶ ص ۱۷۲) ہاشم معروف الحسنی (سیرۃ الائمہ الاثنی عشر ج ۱ ص ۶۲۰) وغیرہ کی طرف اشارہ کیا جاسکتا ہے۔

☆ ان تین مؤرخین نے ایسے راویوں سے روایت کی جو یا تو بنوامیہ کے پیروکار تھے یا بالکل مجہول اور ضعیف تھے۔ مثلاً:

مدائنی عوانۃ بن حکم کلبی سے نقل روایت کرتا ہے، جبکہ عوانہ معاویہ اور بنی امیہ کی سوانح لکھنے اور ان کے فائدے میں وضع حدیث کا ملزم ہے اور اس کی روایات بہرکیف بنوامیہ کی جانب رجحان رکھتی ہیں۔

(لسان المیزان ج ۴ ص ۳۸۶)

اس شُبہے کا بانی کون ہے؟

موجودہ دلائل اور شواہد سے بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ عباسی بادشاہ منصور دوانیقی کے دور میں حسنی سادات کی عباسی مخالف تحریک شروع ہونے سے پہلے کسی بھی کتاب میں یہ روایات نقل نہیں ہوئی ہیں، اور منصور عباسی ہی تھا جس نے علویوں کی تحریک اور امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے پوتوں کے حکومت مخالف اقدامات کو بے اثر کرنے کے لیے یہ تہمت ابلیس کی مدد سے گھڑ لی اور فرزند رسول امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے خلاف اس شبہے کی بنیاد رکھی جو آج اہلِ بیتؑ کے دشمنوں کے ہاتھوں میں دستاویز بنی ہوئی ہے۔

باب المتفرقات

روزہ، اُسکے اَسرار و اَغراض

اسکی حقیقت اور اُسکے مسائل واحکام کا بیان

تحریر: آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی موسس و پرنسپل جامعہ سلطان المدارس سرگودھا

یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ

جس طرح عالم آب و گل میں ادویہ کے افعال و خواص مُتعدّد ہوتے ہیں اور ایک ایک دوا کئی کئی امراض واسقام کے ازالہ ودفعیہ کے لیے مُفید ہوتی ہے، بعینہٖ اسی طرح احکامِ الٰہیہ کے مُتعدّد اغراض و مقاصد ہوتے ہیں اور اس کے ایک ایک حکم میں کئی اسرار و رموز پوشیدہ ہوتے ہیں۔ ؎

این همه صنعش کتابِ کارِ اوست
بے نہایت اندریں اسرارِ اوست

الغرض شریعت اسلامیہ کی ربّانی تعلیم محض حکم کے طور پر نہیں ہے بلکہ وہ سراسر حکم و مصالح پر مبنی ہے اور اس کے فرائض کی عمارت روحانی، اخلاقی، اجتماعی اور مادی فوائد ومنافع کے ارکان پر قائم ہے۔ ذیل میں روزہ کے ان چہارگانہ اغراض و مقاصد کا ایک ایک شمہ بیان کیا جاتا ہے۔

① روزہ کے رُوحانی فوائد

① فطرت و شریعت کا تقاضا یہ ہے کہ عقل نفس پر ہمیشہ غالب رہے مگر بشری تقاضوں کی وجہ سے اکثر نفس عقل پر غالب آجاتا ہے اس لئے شرع اقدس میں ماہ رمضان کا روزہ واجب قرار دیا گیا ہے تاکہ نفس کا تزکیہ کیا جاسکے اور عقل کو نفس پر پورا پورا غلبہ اور تسلّط حاصل ہوجائے۔

② روزہ سے تقویٰ الٰہی کی بلند صفت حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ خداوند حکیم نے روزے کا سب سے بڑا رُوحانی مقصد اسی تقویٰ کو قرار دیا ہے۔

یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ (سورۃ البقرہ)

اے ایمان والو! تم پر روزہ اسی طرح فرض کیا گیا ہے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا، تاکہ تم متقی و پرہیزگار بن جاؤ۔

تقویٰ خدا کے خوف اور اس کی محبّت سے دل کے اندر پیدا ہونے والی اس طاقت و کیفیّت کا نام ہے، جس کے پیدا ہونے کے بعد دل میں گناہ کرنے سے نفرت اور جھجک محسوس ہونے لگتی ہے، اور نیکی بجالانے کی طرف بے پناہ رغبت پیدا ہوجاتی ہے۔ روزہ کا مقصد اقصیٰ دل کے اندر اس کیفیّت کا پیدا کرنا ہے۔ ظاہر ہے کہ انسان کے دل ودماغ میں گناہ کے اکثر جذبات بہیمی قوت کے افراط سے پیدا ہوتے ہیں۔ روزہ انہی انسانی جذبات کی شدت کو کمزور کرتا ہے۔ چنانچہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: "روزہ شہوت کو توڑنے اور کمزور کرنے کے لیے بہترین شئی ہے"۔

یہ خوف و خشیہ الٰہی ہی ہے جو انسان کو تنہائی میں یا چوری چھپے کچھ کھانے پینے سے باز رکھتا ہے۔ کیسا خوفِ خدا ہے اس کے دل میں کہ بھوک و پیاس کی بڑی سے بڑی تکلیف اٹھاتا ہے۔ مگر جلوت تو بجائے خود خلوت میں بھی کوئی ایسا کام نہیں کرتا جو اس کے روزہ کو توڑ دے، اور کیا مضبوط اعتقاد ہے اس کو آخرت کی جزا و سزا پر کہ مہینہ بھر روزہ رکھتا ہے۔ مگر ایک لمحہ کے لیے بھی اس کے دل و دماغ میں آخرت کے متعلق شک و شبہ کا شائبہ تک نہیں آتا، ورنہ اگر اسے شک ہوجاتا تو کبھی روزہ پورا نہ کرتا، کیونکہ شک کی خاصیت یہی ہے کہ وہ انسان کے عزم و ارادہ کو متزلزل کر دیتا ہے اور اسے وہ کام انجام نہیں دینے دیتا۔

③ روزہ رکھنے سے انسان کو اپنے عجز و انکسار اور خدائے قہار کی طاقت اور اس کے جلال کا احساس ہوتا ہے اور اسے معلوم ہوتا ہے کہ ہر لمحہ اور ہر روز نفس کی چلنے والی مشین خود کار و خود اختیار نہیں، بلکہ کسی عظیم طاقت کے ماتحت ہے، اور انسان نفس کا نہیں بلکہ خدا کا بندہ ہے۔

④ روزہ رکھنے سے چشم بصیرت وا ہوتی ہے اور حقائق اشیاء کا کشف ہوتا ہے۔ کیونکہ جب انسان کا معدہ ہضم و فتور سے خالی اور دل و دماغ تبخرہ معدی سے محفوظ ہو تو انسان کو دماغی اور رُوحانی یکسوئی وصفائی حاصل ہوتی ہے۔ اس سلسلہ میں بڑے بڑے اکابر نے بڑے بڑے تجربے کیے ہیں۔

② روزہ کے اخلاقی فوائد

① روزہ رکھنے سے انسان کی درندگی و بہیمگی دور ہوتی ہے اور ملائکہ سے قرب و تشبہ پیدا ہوتا ہے اور اس طرح رفتہ رفتہ اسمیں ملکوتی اخلاق فاضلہ پیدا ہونا شروع ہوجاتے ہیں۔

② روزہ رکھنے میں مُنعم حقیقی کے اس عظیم الشان انعام واحسان کا شکریہ ہے جو اس نے اپنے پیغمبر آخر الزمانؑ کے ذریعہ بنی نوع انسان پر کیا ان ایام میں وہ کتاب ربانی و ہدایت روحانی نازل فرمائی جس نے ظلمانی کو نورانی، وحشی کو مہذب و با اخلاق، جاہل کو عالم اور نادان کو دانا بنا کر انسانیّت کو معراج کمال تک پہنچا دیا ہے۔ قرآن مجید میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے روزہ کے اغراض میں فرمایا ہے:

لِتُكَبِّرُوا اللهَ عَلَىٰ مَا هَدٰيكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ

(سورۃ البقرہ)

"روزہ اس لیے فرض کیا گیا ہے کہ تم خدا کی بڑائی بیان کرو کہ اس نے تم کو ہدایت عطا فرمائی اور تاکہ تم اس کا شکر ادا کرو"۔

ظاہر ہے کہ محسن کے احسان کو قدر کی نگاہ سے دیکھنا اور اس کا شکریہ ادا کرنا اخلاقِ حسنہ میں شامل ہے۔

③ روزہ رکھنے سے انسان میں مُشکلات و مصائب برداشت کرنے کی عادت پیدا ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ ایک مُسلمان کو میدانِ جہاد میں بھوک و پیاس اور دیگر شدائد کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ کیونکہ یہ روزہ ایک جبری فوجی ورزش ہے جو ہر بالغ و عاقل مُسلمان کو سال میں

ایک مہینہ اس لیے کرائی جاتی ہے تاکہ وہ جسمانی تکالیف اور بدنی مشکلات برداشت کرنے کیلئے آمادہ رہے اور دنیا کے مصائب و شدائد کا خندہ پیشانی کے ساتھ مقابلہ کر سکے۔

③ روزہ کے اجتماعی ومعاشرتی فوائد

① روزہ رکھنے سے امیروں اور مالداروں کو بھوک و پیاس اور فقروفاقہ کی تکلیف کا احساس ہوتا ہے کیونکہ جو خود بھوکا نہ ہو اس کو بھوک کا اور جو خود پیاسا نہ ہو اس کو پیاس کی اذیت کا کس طرح احساس ہو سکتا ہے؟ بقول بعضے "سوز جگر سمجھنے کے لیے پہلے سوختہ جگر ہونا ضروری ہے"۔ اس سے ان کے اندر غریب پروری، رحمدلی، ہمدردی، ایثار و قربانی کے صالح جذبات پیدا ہوتے ہیں اور وہ فراخدلی سے غرباء و مساکین کی امداد و اعانت کرتے ہیں جیسا کہ مشاہدہ شاہد ہے۔

② روزہ اس کے فدیہ اور کفارہ کے احکام پر نظر غائر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے مواقع پر روزہ کا بدل غریبوں کو کھانا کھلانا قرار دیا گیا ہے دائم المرض، بہت بوڑھے اور جو بمشکل تمام روزہ رکھ سکتے ہیں ان تمام کا فدیہ فی روزہ ایک مسکین کو کھانا کھلانا ہے جو شخص کسی عذر کی بناء پر احرام کھولنے سے پہلے سر منڈائے۔ "فدیة من صیام او صدقة اونسك" اس کا فدیہ روزہ یا خیرات یا قربانی ہے جو شخص حج میں عمداً شکار کرے وہ مثنی میں جانور ذبح کرے یا "او کفارة طعام مسکین او عدل ذلك صیامًا" (مائدہ) چند مسکینوں کو کھانا کھلائے یا اس کے برابر روزے"۔ اگر کوئی قسم کی مخالفت کرے تو دس یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے یا غلام آزاد کرے یا تین روزے رکھے۔ جان بوجھ کر روزہ نہ رکھے یا روزہ توڑنے کے کفارہ میں ایک غلام آزاد کرنا یا دو ماہ روزے رکھنا یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے۔ ان احکام پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ روزہ اور صدقہ وخیرات کرنے اور غریبوں کو کھانا کھلانے اور غلام آزاد کرنے میں کتنا گہرا تعلق ہے۔ اور یہ کہ یہ ایک دوسرے کے قائم مقام ہیں۔

③ روزہ بہت سے گناہوں سے انسان کو محفوظ رکھتا ہے۔ جیسے غیبت، بدزبانی، مکروفریب، رشوت و قمار بازی اور بہتان تراشی، غلط بیانی، یاوہ گوئی وغیرہ۔ کیونکہ روزہ صرف بھوکا و پیاسا رہنے کا نام نہیں، بلکہ تمام منکرات ومناہی سے مکمل اجتناب کا نام ہے۔ ظاہر ہے کہ اس سے معاشرہ کی اصلاح اور اجتماع کی فلاح ہو جاتی ہے۔

④ روزہ کے مادی اور طبی فوائد

① اکثر بیماریاں کھانے پینے میں بے اعتدالی کرنے سے پیدا ہوتی ہیں۔ جیسا کہ جناب پیغمبر اسلام ﷺ فرماتے ہیں۔ "البطنته رائس کل داء"۔ شکم پری تمام بیماریوں کی جڑ ہے۔

نیز فرمایا: "کلوا فی بعض بطنکم تصحوا"۔ پیٹ کے بعض حصہ میں کھاؤ یعنی اس کا کچھ حصہ خالی چھوڑ دو اسی میں تمہاری صحت کا راز پوشیدہ ہے۔

مگر دیکھا یہ گیا ہے کہ اکثر لوگ پورا پیٹ بھر کر بھی بس نہیں کرتے۔ جس کی وجہ سے معدہ پر ناقابل برداشت بوجھ پڑتا ہے اور انسان مختلف عوارض و امراض کی

آماجگاہ بن جاتا ہے۔ روزہ ان عوارض کا مکمل علاج ہے پورا ایک ماہ ہر روز ۱۲ یا ۱۴ گھنٹے اسے مکمل آرام ملتا ہے۔ جس کی وجہ سے انسان کی صحت پر بڑا خوشگوار اثر پڑتا ہے۔ رطوباتِ فاسدہ تحلیل ہوجاتی ہیں، اور بدن کا تنقیہ ہوجاتا ہے اسی لیے بعض اطباء تو یہاں تک ہدایت کرتے ہیں کہ ہفتہ میں ایک بار فاقہ کیا جائے تا کہ جسمانی فضلہ خارج ہو جائے۔ ظاہر ہے کہ جسم کی صحت وصفائی کا روح کی صحت و صفائی پر بڑا خوشگوار اثر پڑتا ہے۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب

بعض جدت پسند مسلمان جو مذہبی قیود کا جُوا گردن سے اتارنے کی فکر میں غلطان و پیچان نظر آتے ہیں، ان کی طرف سے یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ روزہ منافی صحت ہے۔ اس سے جسم پژمردہ ہوکر کمزور ہوجاتا ہے، چہرہ کی رونق ختم ہو جاتی ہے، اور شدتِ بھوک و پیاس سے آنتوں میں درد اور دل میں جلن اور زبان میں خشکی پیدا ہوجاتی ہے۔ جس سے انسان کو ازحد تکلیف ہوتی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ:

ایک بیمار کے لیے ماہر ڈاکٹر عمل جراحی تجویز کرتا ہے۔ جس سے بیمار کو وقتی طور پر بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ مگر کوئی عقلمند نہ اس تجویز کو غلط کہے گا اور نہ ہی اسے ڈاکٹر کی مریض دشمنی پر محمول کرے گا۔ کیونکہ ہر شخص جانتا ہے اس وقتی وعارضی تکلیف کا نتیجہ اور ثمرہ بڑا خوشگوار اور پائیدار ہے۔ کیونکہ اگر ڈاکٹر یہ عمل نہ کرے تو اس کا نتیجہ مریض کی ہلاکت ہوگا، بعینہٖ یہی کیفیت روزہ اور دیگر اسلامی عبادات کی عارضی اور وقتی تکلیف کی ہے۔ چونکہ ان کا انجام دینی و دنیوی نقطہ نظر سے بڑا اچھا اور خوشگوار ہوتا ہے، جس کے مقابلے میں اس عارضی دکھ اور تکلیف کی کوئی وقعت نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ عظیم الشان امور کی انجام دہی کے لیے جب تک جسم و جان کو محنت و مشقت کی کٹھالی میں نہ ڈالا جائے اس وقت تک کامیابی حاصل نہیں ہوسکتی کہ ع

بے رنج گنج ہرگز میسر نمی شود

☆

تحدید روزہ کا راز

مذکورہ بالا بیان سے ایک اور سوال کا جواب بھی معلوم ہوگیا، جو بعض حلقوں کی طرف سے کیا جاتا ہے کہ روزہ صرف ایک ماہ کا کیوں واجب کیا گیا ہے، اس سے کم وبیش کیوں واجب نہیں کیا گیا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ:

"روزہ ایک قسم کی دوا ہے، اور دوا کو بقدرِ دوا ہی استعمال کرنا چاہیئے اگر پورا سال اس دوا کے استعمال میں صرف کر دیا جاتا تو یہ غیر طبعی علاج ہوجاتا جس سے جسمانی جدوجہد اور شگفتی مزاج کا خاتمہ ہوجاتا اور اگر صرف ایک دو روز کا محدود وقت مقرر کیا جاتا تو اس میں دوا کا فائدہ ظاہر نہ ہوتا اس لیے اسلام نے سال کے بارہ مہینوں میں سے صرف ایک ماہ کا روزہ مقرر کیا اور وہ مہینہ بھی معین کر دیا گیا، تا کہ امت مسلمہ اسلامی نظامِ وحدت کا مظاہرہ کر سکے، اور یہ وہی مقدس مہینہ ہے جس میں قرآن نازل ہوا۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ

روزہ پہلی امتوں پر بھی فرض تھا

قرآن وحدیث اور تاریخ کا مطالعہ کرنے سے یہ بات روشن ہوجاتی ہے کہ نماز کی طرح روزہ بھی گزشتہ تمام شریعتوں اور امتوں میں فرض رہا ہے، البتہ روزے کے احکام، اوقات اور ان کی تعداد بدلتی رہی ہے۔ آج بھی اکثر مذاہب میں کسی نہ کسی شکل میں) اگرچہ مسخ شدہ ہی کیوں نہ ہو(روزہ موجود ضرور ہے۔

ارشادِ قدرت ہے:

یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ
کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ
(سورۃ البقرہ)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ روزہ میں وہ خُصُوصیت ہے کہ نماز و زکوٰۃ کی طرح ہر شریعت میں ہمیشہ فرض رہا ہے۔ اسلام نے جو کہ دینِ فطرت ہے، اس کے احکام، اوقات اور اس کی تعداد میں بڑی مُفید اصلاحات کر کے موجودہ شکل میں صرف ایک ماہ کے روزے واجب کیے ہیں، اس سے زیادہ تفصیلات میں جانے کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔

روزہ کے بعض خصوصیات

روزہ کو دیگر اسلامی عبادات سے بعض خُصُوصی امتیازات حاصل ہیں۔ مثلاً:

① اس کی ایک خُصُوصیت یہ ہے کہ یہ ایک خالص اور بے ریا عبادت ہے، جس میں ریاء و سمعہ کا تصور بھی نہیں ہوسکتا۔ دوسری جتنی عبادتیں ہیں وہ کسی نہ کسی ظاہری ہیئت وحرکت سے بجالائی جاتی ہیں۔ مثلاً: نماز میں آدمی کو اٹھنا بیٹھنا پڑتا ہے، رکوع و سجود کرنا پڑتا ہے، حج میں طویل سفر کر کے لاکھوں افراد کی موجودگی میں ارکانِ حج بجالانا پڑتے ہیں، زکوٰۃ میں اور نہیں تو کم از کم ایک شخص دیتا ہے اور دوسرا لیتا ہے۔ الغرض ان عبادتوں کا حال چھپ نہیں سکتا۔ اس کے برعکس روزہ ایک ایسی عبادت ہے جس کا حال خدا اور بندے کے سوا کسی اور پر ظاہر نہیں ہوسکتا۔ ایک شخص سب کے روبرو سحری کھائے اور پھر افطار کے وقت تک بظاہر کچھ نہ کھائے پیئے۔ مگر چھپ کر کھاپی لے تو خدا کے سوا کس کو اس کی خبر ہوسکتی ہے؟۔ لوگ تو یہی سمجھتے رہیں گے کہ وہ روزہ سے ہے۔ حالانکہ وہ حقیقت میں روزہ سے نہیں ہے۔ لہٰذا جو حقیقت میں روزہ رکھتا ہے سخت بھوک کی وجہ سے آنکھوں میں دم آرہا ہے۔ مگر کوئی چیز نہیں کھاتا، شدتِ پیاس سے دل جل رہا ہے، زبان کانٹے کی طرح سوکھ گئی ہے، مگر پانی کا ایک قطرہ حلق سے نیچے نہیں اتارتا۔ اسے خدا کے عالم الغیب ہونے پر کس قدر پختہ یقین ہے، وہ جانتا ہے کہ اس کی کوئی حرکت خواہ ساری دنیا سے چھپ جائے مگر خدائے علیم وخبیر سے نہیں چھپ سکتی۔

روزہ کے اسی اخلاص اور بے ریائی کا یہ اثر ہے کہ خداوند عالم (حدیث قدسی میں) فرماتا ہے: الصوم لی وانا اجزی بہ۔ روزہ خاص میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔ حالانکہ ہر کارِ خیر کی جزا خدا ہی دیتا ہے مگر روزہ کی عظمت ظاہر کرنے کے لیے اس کی جزا کو خاص طور پر اپنی طرف نسبت دی ہے۔ پھر مسلسل ایک ماہ تک انسان کو اس آزمائش میں ڈالا جاتا ہے، یا اس کو

یہ ٹریننگ دی جاتی ہے، تاکہ خدا کو عالم الغیب جان کر اور حشر ونشر پر یقین رکھ کر گناہوں سے بچنے اور چھپ کر بھی اس کی قانون شکنی سے اجتناب کرنے کا اس میں ملکہ کاملہ پیدا ہو جائے۔

۲ روزے کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ یہ طویل مدت تک بندے سے احکام شریعت کی اطلاعت کراتا ہے۔ نماز کی مدت ایک وقت میں چند منٹ سے زیادہ نہیں ہوتی۔ زکوٰۃ کی ادائیگی کا وقت سال میں صرف ایک بار آتا ہے اور وہ بھی چند منٹ اور وہ بھی سب کے لیے نہیں، ان کے برخلاف روزہ سال میں پورے ایک مہینہ تک شب و روز اتباعِ شریعت کی مشق کراتا ہے۔ جس طرح فوج کو جفاکش بنانے کیلئے ایک دو ماہ کے لیے ہر سال جنگلوں اور پہاڑوں میں رکھا جاتا ہے، جہاں سپاہی ہر روز میلوں پیدل چلتے ہیں اور پہروں بھوکے پیاسے رہتے ہیں اور اسے ''کیمپ لائف'' کہا جاتا ہے، اس طرح امت مسلمہ کے لیے ماہِ رمضان ''کیمپ لائف'' ہے۔ خود ہی اندازہ لگائیے کہ جو لوگ دنیا بھر کی نعمتوں کو ٹھکرا کر ہر روز کم از کم بارہ گھنٹے پیاسے رہتے ہیں، نماز پنجگانہ کے علاوہ نمازِ تہجّد بھی ادا کرتے ہیں، سحری کے بعد تلاوتِ قرآن کرتے ہیں، پورا مہینہ خدا کے تصور میں ڈوبے رہتے ہیں۔ غرباء اور مساکین کی نگہداشت کرتے ہیں، اپنی کمائی راہِ خدا میں خرچ کرتے ہیں، وہ تقدس و توازن کی کس منزل پر پہنچ جاتے ہوں گے؟ اس قسم کے جلیل و جمیل لوگ صرف مذہب کے سانچے ہی میں ڈھل سکتے ہیں، اس کے بعد ان کو گیارہ مہینہ کے لیے چھوڑ دیا جاتا ہے، تاکہ اس یک ماہہ تربیت کے آثار ظاہر ہوں، اور اگر پھر بھی کچھ کمی رہ جائے تو آئندہ سال اسے پورا کیا جائے۔ (جل الخالق)

روزہ رکھنے کی فضیلت

روزہ کی فضیلت میں احادیث مستفیضہ وارد ہیں۔

۱ جناب زرارہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں۔ فرمایا:

''بنی الاسلام علیٰ خمسة اشیاء علی الصلوٰة والزکوٰة والحج والصوم والولایة''

اسلام کی بنیاد پانچ ستونوں پر رکھی گئی ہے اور وہ پانچ ستون یہ ہیں: نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور ولایت اہل بیتؑ۔ (اصول کافی)

۲ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ خدا نے فرمایا: ''الصوم لی وانا اجازی علیه''۔ روزہ خاص میرے لیے ہے اور میں اس کی جزا دوں گا۔ (فقیہ و کافی)

۳ حضرت صادق آل محمد علیہ السلام فرماتے ہیں:

''نوم الصائم عبادة وصمت تسبیح و عمله متقبل و دُعائه مستجاب''

روزہ دار کی نیند عبادت، اس کی خاموشی تسبیح اس کا عمل مقبول اور اس کی دعا مستجاب ہے۔ (فقیہ)

۴ فرمایا: ''الصوم جنة من النار''۔ روزہ جہنم سے بچنے کی ڈھال ہے۔ (مستدرک الوسائل)

روزہ کے آداب

یہ بات صاحبان عقل وفکر پر پوشیدہ نہیں ہے کہ ہر چیز کے کچھ شرائط و آداب ہوتے ہیں جب تک ان کو

ملحوظ نہ رکھا جائے اس وقت تک اس چیز کے مطلوبہ نتائج و ثمرات حاصل نہیں ہوتے اسی طرح روزہ کے بھی کچھ آداب ہیں جن کا مذکورہ بالا مادی و روحانی فوائد حاصل کرنے کے لیے ملحوظ رکھنا اشد ضروری ہے۔ اگر ان آداب کا خیال نہ رکھا گیا تو پھر روزہ دار کا حصّہ روزہ سے بھوک و پیاس کے سوا اور کچھ نہ ہوگا، جیسا کہ بعض اخبار و آثار میں وارد ہے کہ:

"کم من صائم لیس له من صیامه الا الظماء"

"بہت سے روزہ دار ایسے ہیں کہ ان کو روزے سے سوائے بھوک و پیاس کے اور کچھ نہیں ملتا"۔

بہر حال آداب کا جامع خلاصہ یہ ہے کہ جو دو حدیثوں میں مذکور ہے۔

(۱) حضورؐ نے جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے فرمایا:

"یا جابر ھٰذا شهر رمضان من صام نهاره وقام ورداً من لیله وعف بطنه وفرجه وکف لسانه خرج من ذنوبه کخروجه من الشهر فقال جابر یا رسول الله ما احسن ھٰذا الحدیث فقال رسول الله صلی الله علیه وآله یا جابر ما اشد ھٰذه الشروط"۔

اے جابرؓ! یہ ماہِ رمضان کا مہینہ ہے۔ جو شخص اس کے دن میں روزہ رکھے اور رات کا کچھ حصّہ نماز کیلئے قیام کرے اور اپنے شکم و شرمگاہ کی حرام سے حفاظت کرے اور زبان کو (ناجائز باتوں سے) روکے تو وہ گناہوں سے اس طرح خارج ہو جائے گا جس طرح اس مہینہ سے خارج ہوگا جابر نے کہا یا رسول اللہ یہ حدیث کتنی عمدہ ہے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا اور یہ شرطیں کس قدر سخت ہیں؟ (فروع کافی)

(۲) جناب محمد بن قاسم امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں فرمایا:

"اذا صمت فلیصم سمعك و بصرك وشعرك و جلدك وعدد اشیاء غیر ھذا وقال لایکون یوم صومك کیوم فطرك"۔

جب تم روزہ رکھو تو چاہیئے کہ تمہارے کان، آنکھیں، بال اور چمڑا بھی روزہ رکھے اسی طرح بعض اور اعضاء شمار کرنے کے بعد بطور خلاصہ فرمایا تمہارے روزہ والا دن تمہارے افطار کے دن کی مانند نہ ہو۔ (فروع کافی)

(۳) ایک اور حدیث میں فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص روزہ دار کو گالی دے تو یہ جواب میں کہے بھائی میں روزہ سے ہوں (اس کے) اس جواب پر خداوند عالم فرماتا ہے میرے بندے نے میرے بندے کے شر سے بچنے کیلئے روزہ سے پناہ مانگی ہے میں اسے آتش جہنم سے پناہ دیتا ہوں۔ (حدائق ناظرہ)

خریداران سے گزارش

جن حضرات کے ذمے دقائق اسلام کا سالانہ چندہ واجب الادا ہے وہ دقائق اسلام کو مالی بحران سے بچانے کے لیے بذریعہ منی آرڈر فوری طور پر سالانہ چندہ بنام مدیر ارسال فرمادیں۔ شکریہ

باب المتفرقات

موت

ترجمہ:
مولانا اقبال حسین مقصودپوری

① قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:
كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ

② حضرت رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:
اِسْتَعِدَّ لِلْمَوْتِ قَبْلَ نُزُوْلِ الْمَوْتِ
موت کے آنے سے قبل موت کی تیاری کرو۔

③ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:
اَلرَّحِيْلُ وَشِيْكٌ
کوچ موت کا سفر نزدیک ہے۔ (میزان الحکمۃ)

④ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:
تَزَوَّدُوْا فِيْ اَيَّامِ الْفَنَاءِ لِاَيَّامِ الْبَقَاءِ
فانی زندگی کے دنوں میں باقی رہنے والی زندگی کے لیے سامان اکٹھا کرو۔ (میزان الحکمۃ)

⑤ موت ایک سواری ہے جو ہر دروازے پر کھڑی ہوتی ہے۔

مجلس وعظ رفتنت هوس است
مرگ همسایه واعظ تو بس است

موعظہ کی محفل میں جانا آپ کی خواہش سہی ورنہ ہمسایہ کی موت بہت بڑی نصیحت ہے۔

برگ عیشی به گور خویش فرست
کسی نیارد ز پس ز پیش فرست

اپنی زندگی کا سرمایہ اپنی قبر میں بھیج، آپ کے بعد کوئی نہیں لائے گا، اپنے آگے بھیج۔ (سعدی)

موت کی تیاری

حضرت ادریس علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے، وہ اپنے زمانہ کے عابدترین افراد سے شمار ہوتے تھے۔ ان کی توجہ دنیا کی جانب بالکل نہ تھی۔ وہ ہمیشہ روزہ سے ہوتے اور ان کی بس ایک ہی آرزو تھی، اور وہ تھی بہشت۔ ان کے معمولات کا ہر لمحہ عبادتِ خدا سے معمول ہوتا تھا۔ روزانہ جب ان کے عبادت کے اعمال آسمان پر جاتے تو ملائکہ کے لیے باعثِ تعجب قرار پاتے۔

ایک ملک الموت نے ان کی زیارت کی خواہش کی۔ خداوند متعال سے اجازت طلب کی تاکہ حضرت ادریسؑ کی ملاقات کو جائیں۔ اجازت مل گئی تو وہ ایک انسان کی شکل اختیار فرما کر ان کی زیارت کو روانہ ہوئے۔

حضرت ادریسؑ نے ان کو کھانا پیش کیا تو انھوں نے نہیں کھایا۔ حضرت ادریسؑ نے پوچھا: میں جاننا چاہتا ہوں کہ آپ کون ہیں۔

ملک الموت نے فرمایا: میں عزرائیل ہوں اور آپ کی زیارت کے لیے آیا ہوں۔

حضرت ادریسؑ نے فرمایا: تو آؤ میری روح قبض کرو۔

حضرت عزرائیل نے فرمایا: یہ کام تو خداوند متعال کے حکم پر موقوف ہے، ان کی اجازت کے بغیر میں انجام نہیں دے سکتا۔

اسی وقت ارشادِ قدرت ہوا: اچھا تو ان کی روح قبض کرلو۔ حضرت عزرائیل نے روح قبض کرلی۔ اور پھر خداوند متعال نے انھیں زندہ کردیا۔ ملک الموت نے پوچھا آپ نے سب کچھ کیسا پایا؟

حضرت ادریسؑ نے فرمایا: بہت سخت اور ہولناک منظر اور دشوار کام انجام خطرناک۔

حضرت عزرائیل نے پوچھا: آپ نے یہ خواہش کیونکر کی؟

حضرت ادریسؑ نے فرمایا: اس لیے کہ میں موت کی سختی کو چکھ کر دیکھوں اور اپنے آپ کو اس کے لیے آمادہ کرسکوں۔ (داستانہائے کشف الاسرار صفحہ ۳۶۵)

مکمل تیاری

براء بن عازبؓ کہتے ہیں کہ ہم ایک دن حضرت رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں تھے۔ آپؐ کی نظر ایک گروہ پر پڑی جو ایک جگہ مل کر اکٹھے بیٹھے تھے۔ آپؐ نے ان کے بارے پوچھا: یہ لوگ کس لیے اکٹھے ہیں۔

بتایا گیا: ایک قبر کھود رہے ہیں۔

براء کہتے ہیں آپ نے جونہی قبر کا نام سنا تو جلدی سے اس طرف چل دیے اور قبر پر پہنچے۔ قبر کی ایک جانب قبر کے ساتھ بیٹھ گئے۔ میں قبر کی دوسری طرف آنحضور ﷺ کے سامنے ہوگیا۔ اس خیال سے کھڑا ہوگیا تاکہ دیکھ سکوں کہ حضرت کیا کرتے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ آپ نے شدید گریہ فرمایا۔ اور پھر ہماری طرف دیکھ کر فرمایا: "اِخْوَانِي بِمِثْلِ هٰذَا فَاعِدُّوا" بھائیو! اس جیسے مقام کے لیے تیاری کرو۔ (منازل الآخرۃ صفحہ ۳۰)

فاطمۃ زہراء سلام اللہ علیہا کی وصیت

روایات واخبار سے ثابت ہے کہ حضرت سیدۃ نساء العالمین فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا نے اپنی وصیت کے وقت حضرت امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام سے فرمایا: جب میری وفات ہوجائے تو مجھے خود غسل دینا، دوکفن دینا، خود نماز جنازہ پڑھانا، اور خود لحد میں اتارنا، پھر خود ہی میری قبر کی مٹی پر کرنا، پھر قبر بند کرنے کے بعد میرے سرہانے میرے سر کی طرف بیٹھ جانا، اور میرے لیے قرآن کریم کی تلاوت فرمانا، اور بہت زیادہ دعا کرنا۔ کیونکہ قبر کی یہ گھڑی ایسی گھڑی ہے کہ میت زندہ لوگوں کے اُنس کا محتاج ہوتا ہے۔

تجسیمِ اعمال

تفسیر مجمع البیان میں مرحوم طبرسی براء بن عازبؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن ابوایوب انصاریؓ کے گھر میں جناب معاذ بن جبلؓ نے حضرت رسول اکرم ﷺ سے اس آیت کے بارے میں پوچھا:

يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَتَأْتُوْنَ اَفْوَاجًا (سورۃ النباء: ۱۸)

اس دن جب صور میں پھونکا جائے گا تو تم گروہ گروہ ٹولے ٹولے بن کر آؤ گے۔

اس آیتِ مبارکہ سے متعلق حضور ﷺ کی بیان کردہ تفسیر

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اے معاذ تم نے ایک

عظیم بات کے بارے میں سوال کیا، اور پھر آپؐ نے اپنی چشم مبارک بند کرلی، اور فرمایا: میری امت کے دس گروہ مختلف اشکال میں محشور ہوں گے، اور خداوند متعال انھیں مسلمانوں سے جدا کر دے گا۔

محشر کے دن مسلمانوں سے جدا کیے جانے والوں کی حالت

① ایک گروہ ان میں سے بندر کی شکل میں محشور ہوگا۔
② اور ایک گروہ خنزیر کی شکل میں محشور ہوگا۔
③ اور ایک گروہ سر کے بل محشور ہوگا، اس طرح ان کے پاؤں ہوا میں ہوں گے اور سر زمین پر ہوں گے پھر ان کے مُنہ زمین پر گھسٹتے جا رہے ہوں گے۔
④ ایک گروہ نابینا محشور ہوگا، وہ اسی حالت میں چل رہے ہوں گے۔
⑤ بعض گونگے بہرے ہوں گے، جن کی کوئی سوچ سمجھ نہ ہوگی۔
⑥ بعض اپنی زبان کو چبا رہے ہوں گے، اور ان کے مُنھ سے پیپ بہہ رہی ہوگی، جس کی بدبو سے اہلِ محشر کو اذیت ہو رہی ہوگی۔
⑦ ایک ٹولا ایسا ہوگا جن کے ہاتھ پاؤں کٹے ہوئے ہوں گے۔
⑧ بعض جہنم کے شعلوں پر اس طرح لٹک رہے ہوں گے جس طرح کوئی درخت کی شاخوں سے لٹکتا ہے۔
⑨ بعض کی بدبو مردار کی بو سے زیادہ گندی ہوگی۔
⑩ بعض کے بدن پر پگھلے ہوئے تانبہ کا لباس ہوگا، جو ان کے بدن کے ساتھ چمٹا ہوا ہوگا۔

علاماتِ بالا کے حاملین

① وہ کہ جن کی شکلیں بندر کی طرح ہوں گی چغل خور ہوں گے۔
② جو خنزیر کی شکل والے ہوں گے وہ ایسے لوگ ہیں جن کی کمائی حرام کی تھی اور حرام خور تھے۔
③ سود خور الٹے محشور ہوں گے۔
④ اور جو قاضی حضرات اپنے فیصلوں میں ظلم کرتے تھے وہ اندھے محشور ہوں گے۔
⑤ مغرور و متکبّر لوگ گونگے اور بہرے محشور ہوں گے۔
⑥ اپنے علم پر عمل نہ کرنے والے اور گفتار و رفتار میں فرق رکھنے والے علماء اپنی زبانوں کو چبا رہے ہوں گے۔
⑦ ہاتھ پاؤں جن کے کٹے ہوں گے یہ وہ لوگ ہوں گے جو اپنے ہمسایہ کو آزار پہنچاتے تھے۔
⑧ کسی کے خلاف دوسروں کو بھڑکانے والے جہنم کے شعلوں سے لٹک رہے ہوں گے۔
⑨ جن کی بدبو مردار سے بدتر اور بدبودار تر ہوگی یہ ایسے لوگ ہوں گے جو حرام لذتوں اور شہوتوں میں مصروف رہتے تھے۔ اور خداوند ذوالجلال کے حقوق کی ادائیگی سے غافل رہتے تھے۔
⑩ جن کے لباس پگھلے تانبے کے ہوں گے وہ متکبّر اور فخر کرنے والے لوگ ہوں گے۔

(منازل الآخرۃ صفحہ ۹۰)

☆

(مقتبس از موضوعی داستانیں)

اخبارِ غم

آہ! ڈاکٹر محمد افضل

☆ ڈاکٹر محمد افضل مقامِ حیات سرگودھا کافی دن بیمار رہنے کے بعد رضائے الٰہی سے وفات پاگئے ہیں۔ مرحوم مخلص اور دیندار شخصیت کے مالک تھے۔ تحریک تحفظ تعلیماتِ محمدؐ و آلِ محمدؐ کے بانی رہنما تھے۔ مرحوم بڑی خوبیوں کے مالک تھے۔ ان کی نمازِ جنازہ حضرت آیت اللہ الشیخ محمد حسین نجفی نے پڑھائی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور پسماندگان ولواحقین کو صبرواجر سے نوازے۔ آمین بجاہ النبیؐ وآلہ

☆ خان غلام شبیر خان کچھ عرصہ علیل رہنے کے بعد وفات پاگئے ہیں۔ مرحوم کی قومی خدمات کو تادیر یاد رکھا جائے گا۔ امام بارگاہ بلاک نمبر ۷ کی توسیع اور عزاداری کے منظم اہتمام انہی کی مرہونِ منت ہے۔ قبرستان بہشت زہراء اور جامعۃ الزہراء کا قیام آپ کی کاوشوں کا نتیجہ ہیں۔ افسران ضلع اور دیگر اکابرین سے آپ کے تعلقات اور رویہ سے ضلع بھر میں قیامِ امن کی راہ ہموار رہی ہے۔ حسبِ وصیت نمازِ جنازہ آیت اللہ محمد حسین نجفی نے پڑھائی۔ قائد ملت جعفریہ علامہ ساجد علی نقوی اور دیگر اکابرین نے بڑی تعداد میں شرکت کی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر کی توفیق عطا فرمائے۔

☆ جناب ڈاکٹر اختر عباس، ڈاکٹر مظہر عباس، ڈاکٹر قیصر عباس آف بھکر کی والدہ محترمہ رضائے الٰہی سے وفات پاگئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جوارِ سیدہ سلام اللہ علیہا میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبرواجر سے نوازے۔

☆ مولانا سید غلام حسن شاہ خطیب مسجد درعباس علی پور سیداں کی بھتیجی رضائے الٰہی سے وفات پاگئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے اور لواحقین کو صبرواجر کی توفیق عطا فرمائے۔

☆ سید قیصر عباس اور وسیم عباس کی والدہ ۹۲ موڑ میں رضائے الٰہی سے وفات پاگئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر کی توفیق عطا فرمائے۔

☆

ضروری اطلاع

حضرات مومنین کرام! حفظکم الرحمٰن من حوادث الزمان

السلام علیکم و رحمۃ اللہ! اُمید کامل ہے کہ بفضلہ تعالیٰ آپ حضرات باہمہ وجوہ بخیر وعافیت ہوں گے۔ باعث تحریر اینکہ عزیز حیدر عباس سابق سفیر مدرسہ کی ناگہانی موت کے بعد اس کے بڑے بھائی آصف حسین کو موصوف کی جگہ سفیر جامعہ علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ مقرر کیا جارہا ہے، جو کہ جامعہ کے سیکرٹری ٹرسٹ بھی ہیں۔ لہٰذا مومنین کرام سے التماس ہے کہ حسب سابق اپنے جامعہ علمیہ کے ساتھ مربوط رہیں اور ہر قسم کے اموال، زکوات، اخماس، اور صدقات وخیرات اور جامعہ کے ماہوار رسالہ دقائق اسلام کے سالانہ چندہ کی ادائیگی کے ساتھ آپ تعاون کر کے عنداللہ ماجور ومثاب ہو سکتے ہیں اور ہر قسم کے تعاون کی رسید حاصل کر سکتے ہیں۔ جزاکم اللہ فی الدارین خیرا لجزاء

وانا الأحقر محمد حسین النجفی عفی عنہ بقلمہ

Registered No. (G) H.C/722